صوبائی اسمبلی شمال مغربی سرحدی صوبہ

اسمبلی کا اجلاس، اسمبلی چیمبر میں بروز بدھ مورخہ 10مارچ 2004بمطابق 18محرم 1425ھجری صبح 10بجکر دس منٹ پر منعقد ہوا۔

جناب سپیکر، بخت جہان خان مسند صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت کلام پاک اور اس کا ترجمہ

اعوذباالله من الشیطن الرجیم۔ بسم الله الرحمن الرحیم۔

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ فِى ٱلْبِلَـٰدِO مَتَـٰعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَىٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ ٱلْمِهَادُO لَـٰكِنِ ٱلَّذِينَ ٱتَّقَوْاْ رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّـٰتٌ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَـٰرُ خَـٰلِدِينَ فِيهَا نُزُلًا مِّنْ عِندِ ٱللَّهِ وَمَا عِندَ ٱللَّهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ

(ترجمہ): اے نبی دنیا کے ملکوں میں خدا کے نافرمان لوگوں کی چلت پھرت تمہیں کسی دھوکے میں نہ ڈالے یہ محض خندروزہ زندگی کا تھوڑا سا لطف ہے پھر یہ سب جہنم میں جائیں گے جو بدترین جائے قرار ہے۔ برعکس اس کے جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتے ہیں ان کے لیے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ کی طرف سے یہ مہمانی ہے ان کے لیے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے ان لوگوں کے لیے وہی سب سے بہتر ہے

جناب جاوید خان مومند: پوائنٹ آف آڈر سر۔

محترمہ رفعت اکبر سواتی: پوائنٹ آف آڈر سر۔

جناب سپیکر: یہ میں تھوڑا سا پڑھ لیتا ہوں۔

محترمہ رفعت اکبر سواتی: ہم بس اس لیے کھڑے ہو گئے کہ آپ کی نظر میں آ جائیں کہ ہم کھڑے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: بالکل، یہ Leave application نپٹا تا ہوں بس اس کے بعد۔۔۔۔۔۔

محترمہ رفعت اکبر سواتی: Right Sir پھر اس کے بعد مجھے موقع دیں۔

اراکین کی رخصت

جناب سپیکر: جن معزز اراکین کی طرف سے رخصت کی درخواستیں موصول ہوئی ہیں، بغرض منظوری میں ایوان کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ جناب آصف اقبال، منسٹر صاحب 08-03-2004 سے 11-03-2004 تک کیلئے، جناب مخدوم زادہ مرید کاظم شاہ صاحب، ایم پی اے، آج کیلئے، جناب افتخار احمد خان جھگڑا صاحب، ایم پی اے، آج کیلئے اور جناب لیاقت خان خٹک صاحب، ایم پی اے، آج کیلئے۔

Is it the desire of the House that leave may be granted?

(The motion was carried)

Mr. Speaker: Leave is granted. Muhtarma Rifat Akbar swati sahiba.

Mrs. Rifat Akbar Swati: Thank you, Mr. Honourable Speaker sir.

Mr. Speaker: What is your Point of order?

Mrs. Rifat Akbar Swati: Sir! My point of order is……

Mr. Speaker: Is there any…….

Mrs. Rifat Akbar Swati: It is related to a very grave situation in the Province.

جناب سپیکر: اچھا!

نکتہ اعتراض

محترمہ رفعت اکبر سواتی: جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ جوڈیشری کا محکمہ ایسا محکمہ ہے جس میں کسی قسم کی کوتاہی یا غفلت نہیں برتی جاسکتی اور آج اس صوبے میں حالت یہ ہے کہ جو نئی تقرریاں ہوئی ہیں اور اس میں جو نئے ایڈیشنل ایڈوکیٹ جنرلز کی تقرریاں ہوئی ہیں، وہ اتنی، میں خطرناک حد تک کہوں گی کہ آپ کے جج کو ایک لاء آفیسر Assist نہیں کر سکتا، اس کے پاس ہائی کورٹ کا لائسنس نہیں ہے، اس کے پاس ہائی کورٹ کا لاسنس نہیں ہے، خدارا، یہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ یہ کوئی مذاق کی بات نہیں ہے، نہ مسکرانے کی بات ہے، یہ ایک ایسی بات ہے جو ہمارے لیے ایک بہت بڑا المیہ بن جائے گی۔ جناب والا! آپ حسبہ ایکٹ کی بات کر رہے ہیں، ہم تو اس کو Fight کرتے ہیں کہ Parallel Courts نہ ہوں لیکن جو Already Courts ہمارے پاس موجود ہیں، ان کو تہس نہس کیوں کر رہے ہیں آپ؟ جوڈیشری کو آپ کرپشن اور Nepotism میں کیوں ڈال رہے ہیں اور ایسے لوگوں کی تقرری کیوں ہو رہی ہے؟ پہلے تو یہ گورنمنٹ ہم کو جواب دے کہ Already جو لوگ کام کر رہے تھے، اگر آپ کو وہ پسند نہیں، آپ Political basis پر اپنے لوگوں کو لانا چاہتے ہیں تو کم از کم میرٹ کا تو خیال رکھیں یہ تو دیکھیں کہ آیا وہ لاء افیسر اس قابل ہے۔ یہ سر، میں ریفرنس اس کا دینا چاہتی ہوں، اخبار کی اس خبر سے Nine Law officers۔۔۔۔

مولانا امان اللہ حقانی: جناب سپیکر صاحب!

جناب سپیکر: جی۔

مولانا امان اللہ حقانی: د دے د پارہ د جی، دوئ څہ کال ټینشن را وړی، دا خو Point of order نہ جوړیږی۔

محترمہ رفعت اکبر سواتی: This is Point of order, کیونکہ صوبے میں ایک بڑی لاء اینڈ آڈر کی Situation بنے گی کہ ایک ہائی کورٹ کا جج۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: رفعت اکبر سواتی صاحبہ! اسمبلی سکریٹریٹ کو اس سلسلے میں Adjournment motion موصول ہوا ہے۔۔۔۔

محترمہ رفعت اکبر سواتی: سر! یہ میرا پوائنٹ آف آڈر ہے۔ میرا حق بنتا ہے، Democratic Right ہے، میں اس کو ہاؤس کے سامنے۔۔۔۔۔

جناب انور کمال: جناب سپیکر! اس پہ اگر آپ، جناب سپیکر! اگر آپ اجازت دیں تو۔۔۔۔۔

محترمہ رفعت اکبر سواتی: ایک منٹ، سر۔ سر! میں اس میں دو چیزیں Add کرنا۔۔۔۔

جناب انور کمال: میں سپیکر کی وساطت سے آپ کے بھی گوش گذار کرنا چاہتا ہوں کہ اس پر Already Call Attention آچکا ہے۔

محترمہ رفعت اکبر سواتی: جی، جی۔

جناب انور کمال: کل کیلئے وہ ایڈمٹ بھی ہو چکا ہے، تو Proper طریقے سے۔۔۔۔۔

محترمہ رفعت اکبر سواتی: سر! یہ تو الگ بات ہے کہ کال اٹینشن آیا ہے، ایڈ جرنمنٹ موشن۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، مطلب یہ ہے۔

محترمہ رفعت اکبر سواتی: میں مانتی ہوں سر، لیکن میرا جو ایک Right اسمبلی میں پوائنٹ آف آڈر کا ہے، میں اس کو Exercise کر رہی ہوں۔

جناب سپیکر: Point of Order کو پہلے آپ پڑھ لیں نا۔

محترمہ رفعت اکبر سواتی: جی، میں نے پڑھا ہے، تب ہی تو میں آپ سے ریکویسٹ کر رہی ہوں۔

جناب سپیکر: Read out please. نہیں نہیں، آپ پوائنٹ آف آرڈر پڑھ لیں۔

محترمہ رفعت اکبر سواتی: دیکھیں سر، ایک منٹ میری گزارش سنیں۔ پورے ہاؤس کو بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس صوبے میں کیا ہو رہا ہے؟

جناب سپیکر: نہیں، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔۔۔۔۔

محترمہ رفعت اکبر سواتی: ایک شخص جو قتل کے مقدمے میں ملوث ہے، وہ آپ کا ایڈیشنل ایڈوکیٹ جنرل ہے۔ ایک شخص جس کے پاس لائسنس نہیں ہے، وہ آپ کا ایڈیشنل ایڈوکیٹ جنرل ہے۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: ذرا، پلیز، پلیز، پلیز۔ بس۔

محترمہ رفعت اکبر سواتی: جی سر۔

جناب جاوید خان مومند: پوائنٹ آف آرڈر، سر۔

جناب سپیکر: جاوید خان مومند صاحب ! کیا پوائنٹ آف آرڈر ہے؟ دیکھیں رول 225 کو میں Read out کرتا ہوں۔

"Points of order and decision thereon.- (1) A point of order shall relate to the interpretation or enforcement of these rules or such Articles of the Constitution as regulate the business of the Assembly and shall confine to a question which is within the cognizance of the Speaker.

(2) Subject to sub rule (1), any member may, at any time, submit a point of order for the decision of the Speaker but in doing so he shall confine himself to stating the point." یہ بالکل، یعنی جو رولز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

Mrs. Rifat Akbar Swati: I am just stating the points.

جناب سپیکر: نہیں، بس۔

محترمہ رفعت اکبر سواتی: But Sir ہمیں تو الہام نہیں ہوا کہ ایڈ جرنمنٹ موشن اور کال اٹینشن آرہے ہیں۔ ہم نے تو دیکھا کہ آج صوبے میں صورتحال۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: اس پر آیا ہے۔

محترمہ رفعت اکبر سواتی: کہ یہاں لاء آفیسرز ایسے آرہے ہیں جن کے پاس Qualifications نہیں ہیں۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟

جناب سپیکر: بس ٹھیک ہے، یہ پوائنٹ۔۔۔۔۔۔

محترمہ رفعت اکبر سواتی: اور سر، ایک منٹ اور دوسرا میں صرف۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: یہ چونکہ پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔۔۔

محترمہ رفعت اکبر سواتی: ٹھیک ہے جی، آپ ایڈ جرنمنٹ موشن لے آئیں، کال اٹینشن لے آئیں You are most welcome لیکن میں آپ کی توجہ ایک چھوٹی سی بات۔۔۔۔

جناب سپیکر: جی۔

محترمہ رفعت اکبر سواتی: ایک چھوٹی سی بات اور کر رہی ہوں جناب، اتنی جلدی تو نہ کریں آپ۔۔۔۔۔

مولانا امان اللہ حقانی: جناب سپیکر صاحب ! جناب سپیکر صاحب !

Mrs. Rifat Akbar Swati: This is in connection with Fatima Bibi of Kohat another killing, honour killing.میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: خدارا رولز کی، ان رولز کی پاسداری کریں۔ آپ نے ان رولز اور Constitution کا Oath اٹھایا ہے۔

محترمہ رفعت اکبر سواتی: جی ہاں، بالکل۔

جناب جاوید خان مومند: شکریہ، جناب سپیکر۔

جناب سپیکر: جی، کیا رولز اور کونسے قواعد تھے کہ آپ نے پوائنٹ آف آرڈر کیا ہے؟

جناب جاوید خان مومند: سر، یوه اهم مسئله ده د فوری نوعیت چه زه اوس په کوهاټ روډ راروان ووم ، سر، د بهادر سب ډویژن د وجے نه ټول خلق هم په روډ باندے ناست وو چه دهرنا ئے ورکوله چه لوډ شیډنګ او وولټیج، ځکه چه د ماشومانو د امتحانانو ورځے دی او ټول میټرک امتحان دسبا نه سټارټ کیږی۔ نن نه، بلکه پرون نه سټارټ دے ، څه پیپرز پکښ شروع دی لهذا د دے د پاره تاسو سپیشل ډائریکشن ورکړئ جی چه دا لوډ شیډنګ ختم کړی بلونه ځومره راغلل او څو څو ځله مونږ په دے فلور باندے دا خبره او کړه خو هیڅ قسمه څه عمل درآمد پرے نه کیږی لهذا دے بریګیډیر صاحب ته تاسو او وایئ چه دا لوډ شیډنګ بند کړی او دا مسئله او د Over billing مسئله هم حل کړی۔ شکریه جی۔

جناب سپیکر: جی، اوبه وایو۔

محترمه یاسمین پیر محمد خان: سرا! زه تا سو ته او حکومت ته دا Request کوم چه د ضلع چارسدے د پاره چه څنګه تاسو کوهاټ کښې KDA جوړه کړے ده او په پیښور کښې PDA ده او په مردان کښې ده نو دغسے تاسو ضلع چارسدے ته هم دا سهولت ورکړئ چه د چارسدے خلقو ته ترے څه فائده اورسی۔

جناب سپیکر: څه سوال، څه تحریک خو راوړه کنه، مطلب دا دے چه څه Question۔

تحاریک استحقاق

Mr. Speaker: Item No.4 Mr. Pir Muhammad Khan, MPA, to please move his Privilege motion No. 85, in the House. Mr. Pir Muhammad Khan, MPA, please.

جناب پیر محمد خان: شکریہ جناب سپیکر، Privilege motion۔ "محترم جناب سپیکر صاحب ! میں آپ کی توجہ ایک انتہائی اہم معاملے کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ 24 جنوری کو میں پشاور سے اسلام آباد جارہا تھا تو اٹک پل خیر آباد پر مجھ سے ٹول ٹیکس لیا گیا اور جب میں 12 فروری کو اسلام آباد سے واپس آرہا تھا تو بھی ٹول ٹیکس مجھ سے لیا گیا۔ تعارف کرانے کی بھی پرواہ نہیں کی چونکہ ممبران اسمبلی کے استحقاق ایکٹ کے مطابق ممبران اسمبلی ٹول ٹیکس سے مبرا ہیں لیکن یہاں صوبہ سرحد ہی کے رقبہ میں باقاعدہ اس ایکٹ کی خلاف ورزی ہورہی ہے یا تو اس قانون کو ختم کیا جائے یا اس پر عمل درآمد کرایا جائے۔ چونکہ اس قانون شکنی سے صوبائی اسمبلی کی بے عزتی ہوئی ہے لہذا اس پر بحث کر کے کمیٹی کے حوالے کیا جائے۔"جناب سپیکر صاحب ! دا واقعات خو راځي بار بار، مخکښې هم بعضے ممبرانو سره دا واقعات راغلی دی او دا هغه ټول ټیکس هغوی چه زمونږ نه اغستلے دے نو د هغے دا رسیدونه زما سره دی۔ دا خبره د لسو روپو او د شلو روپو خبره نه ده چه یو ممبر په ګاډی کښې ځی هغه په خپل ګاډی کښې د زر دوه زره روپو تیل اچولے شی نو دا لس روپئ هم ورکولے شی خو دلته کښې دا ایکټ پاس شوے دے ، دا Privilege Actدے۔که دا ایکټ نه وے پاس شوے نو بیا به دا مطالبه چا نه کوله۔ "Privilege Act Section 9 sub section (C) ، exemption from payment of all tool taxes." دا باقائده ایکټ دے یا خو په دے ایکټ باندے عمل پکار دے یا دا د Withdraw کړی، دومره ګرانه خبره نه ده، لاء منسټر د بل راوړی چه دا مونږ Withdraw کوؤ، دا پریویلجز، تهیک دا تنخواه ګانے د واپس کړی، نور څه پریویلجز دی، هغه د واپس کړی، دا لس روپئ پنځه روپئ دا دومره غټه خبره نه، دا خو بار بار په دے اسمبلئ کښې هغه خبره راځی۔ مخکښې وخت کښې هم زمونږ د بعضے ممبرانو بے عزتئ شوی دی۔ خبره د عزت ده او زمونږه هغه یو وزیر صاحب خو د خپل عزت په خاطر څه خبره

او نه چیړله، حافظ حشمت صاحب، خو ما خو دا دومره پورے اوریدلی دی چه هغه ئے وهلے هم دے هلته،چه هغه د وزارت هغه دغه Show کړه نو هغه ئے هلته اووهو او د سیټ نه ئے ښکته راوغورځولو اگرچه ما په لس روپئ ځان نه شو وهلے۔

جناب سپیکر: په ایوان کښې معزز وزیر صاحب موجود نه دے ، لهذا په هغه باندے د بحث نه کیږی۔

جناب پیر محمد خان: پکار دا د چه هغه راشی او جواب او کړی۔ زما خیال دے چه هغه د دے نه انکار به نه کوی خو صرف د خپل عزت په خاطر ئے دا خبره چیړلے نه ده۔ ما په لس روپئ خو ځان وهلے نه شو، صرف تعارف مے اوکړو او هغه اووئیل چه تاسو ترے مبرا نه یئ، بس ټهیک ده ما اووئیل، چه مبرا نه یو نو زما څه حیثیت دے ځکه چه زړه تجربه مے لیدلے ده چه خلق پرے وهلے شوی دی، زه ځان ځله وهم؟ پیسے خو مے ورکړے خو زما مقصد دا دے چه که دا ایکټ وی، دا قانون دے ، په دے د عمل اوشی۔ که ایکټ نه وی او داسے څه خاص اهمیت ئے نه وی نو بیا ئے Withdraw کړئ۔

جناب سپیکر: زما په خیال چرته قیمتی، نه نه د جهگړے سمے به د په دے نه وو، چرته قیمتی واسکټ یا کوټ به د اغوستے وو، د هغے د خرابیدو خطره به وه۔

جناب پیر محمد خان: په دے کښې سپیکر دا دغه هم دے چه ممبران اسمبلی چه کوم ځائے کښې Accommodation دوئ غواړی، چرته ایبټ آباد ته ځی، په پیښور کښې، په صوبه سرحد کښې گرځی، یا په دے ملک کښې نو د ده د پاره په هغه ریسټ هاوسز کښې، بنگله کښې یا سرکاری دغه چه کوم دی، په هغے کښې به ده ته درے ورځو د پاره Free Accommodation هم ملاویږی، د ده د پاره څلور لائسنسونه هم Free دی، دا ټول ، دا ایکټ کښې دا د ده یو د عزت افزائی د پاره دی ځکه چه دا د قوم نمائنده دے۔ دے پخپله څه داسے یو دغه نه دے چه خاندانی بادشاهئ په کورنئی کښې پیدا شوے دی او په دغه وجه باندے دے خپل استحقاق گنړی۔ دا دے د دے اسمبلئی نائنده دے۔ دے د دے ټول قوم نمائنده

دے ، د ټول قوم هغه عزت دے چه دے اسمبلئی هغه ته ورکړے دے ، دا د لسو روپو خبره نه ده، بیا سپیکر صاحب، چه یو ممبر خپل تعارف هم اوکړی او هغه وائی چه نه ته د دے نه مبرا نه ئے نو زما خیال دے چه دغه ټول د ټهیکیدارانو نوکران وی نو یو ممبر به خپل ځان په ټهیکیدار باندے ولے بے عزته کوی؟ لهذا زما دا خواست دے چه دا استحقاق کمیټئی ته حواله کړئ او دغه خلق مخکښ هم، یو کیس ئے چلیږی په استحقاق کښ او باقاعده هغه ته فیصله اوروله شوے ده چه تاسو به ممبران نه تنګوئ۔ خو چه واضحه فیصله راشی چه یره که دا څیز نه وی نو چه بیا دلته کښ د اسمبلئی نه د دا Withdraw شی او که وی نو بیا د پرے عمل اوشی۔

میاں نثار گل: جناب سپیکر۔

محترمہ یاسمین خان: جناب سپیکر۔

مولانا امان اللہ حقانی: جناب سپیکر، دے سلسله کښ جی، زه یو خبره کول غواړم۔

Mr. Speaker: Ladies first.

جناب سپیکر: جی۔

محترمہ یاسمین خان: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! یہ صرف ایک پیر محمد صاحب کا مسئلہ نہیں بلکہ ہم تمام ممبران اسمبلی کا مسئلہ ہے اور واقعی ٹول پلازہ پر ہم سے جس طرح کا رویہ اختیار کیا جاتا ہے، وہ قابل مذمت ہے۔ میں خود پشاور سے جب مانسہرہ جارہی تھی تو ایک ٹول پلازہ پر باقاعدہ مجھ سے بہت زیادہ استفسار کیا گیا اور بحث کی گئی۔ جب میں نے کہا کہ یہ تو ایکٹ میں شامل ہے تو انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں ایکٹ کی کاپی دکھائیں اور چونکہ اس وقت میرے پاس ایکٹ کی کاپی نہیں تھی میں انہیں نہ دکھا سکی۔ دس روپے تو میں نے دے دیئے، دس روپے کوئی بڑی چیز نہیں ہے، جس طرح کہ میرے بھائی نے کہا ہے کہ ہم ایک اتنی مہنگی گاڑی میں اتنے زیادہ پیسوں کا ڈیزل ڈلوا سکتے ہیں تو دس روپے کوئی چیز نہیں لیکن بات ایک وقار کی ہے، بات اس کرسی کی ہے جس پر ہم بیٹھے ہوئے ہیں اور اس کی عزت رکھنا ہم سب کا فرض ہے۔ اور عوام کا بھی فرض ہے کہ ہمیں وہ عزت دیں جو اس کرسی کا حق بنتا ہے۔

Mr. Speaker: Thank you. Maulana Haqani Sahib.

مولانا امان اللہ حقانی: جناب ! دا ډیره د افسوس خبره ده چه زمونږ پراونشل اسمبلی ، دا این۔ایچ۔اے یوه داسے زوروره اداره ده چه بالکل لاء بائی پاس کوی او پائمال کوی او د هغے څه پرواه نه ساتی۔ غالباً په دے باندے د سپیکر صاحب رولنګ راغلی وو چه که چا د دے خلاف ورزی اوکړه نو د هغے مطابق به قانونی کاروائی کولے شی نو زه خو پیر محمد صاحب ته وایم چه پکار ده چه د هغوی خلاف ئے پرچه کټ کړے وے چه څه دده سره قانونی اختیار وو چه هغه ئے کړے وے ځکه چه په دے باندے د سپیکر صاحب رولنګ راغلے دے او زمونږ اسمبلئی خپل معزز ممبر ته دا پریویلجز ورکړی دی نو ولے بار بار دا Breach of privilege کیږی۔

میاں نثار گل: جناب سپیکر۔

جناب سپیکر: میاں نثار گل صاحب۔

میاں نثار گل: شکریہ، جناب سپیکر! جس طرح پیر محمد خان صاحب نے آج اسمبلی میں ایک اہم مسئلہ اٹھایا ہے کہ یہ دس روپے اور بیس روپے کی بات نہیں ہے، میں کل اسمبلی میں یہاں نہیں تھا، میں اپنے آبائی ضلع کرک جارہا تھا۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کی کمی ہم شدت سے محسوس کر رہے تھے میاں نثار گل صاحب، ایمان سے۔

میاں نثار گل: تو میں بھی ایک واقعہ بیان کروں گا کہ ہمیں یاد آتا ہے کہ سپیکر صاحب یہاں کہتے ہیں کہ ممبران اسمبلی، جہاں بھی ٹول ٹیکس آئے تو وہ پیسے نہ دیں، ہماری جیب میں بھی دس بیس روپے ہوتے ہیں تو جناب، آپ کی رولنگ اس وقت یاد آتی ہے۔ میں جناب کل کوہاٹ جارہا تھا تو جب میری گاڑی وہاں پہنچی تو ایک یونیفارم والا جس کے پاس بندوق بھی تھی وہ میری گاڑی کے آگے آیا اور کہا کہ آپ ٹول ٹیکس دیں گے۔ مجھے آپ یاد آئے کہ ہمارے سپیکر صاحب نے تو کہا تھا کہ بیس روپے اور دس روپے ممبران اسمبلی ٹول پلازوں پر نہیں دیں گے لیکن میں بندوق کا مقابلہ کس طرح کرتا تو میں نے مشکل سے پیسے نکال کر اس کو چپکے سے دے دیئے۔ میں آپ سے معذرت کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ممبران اسمبلی دس بیس روپے دیں گے تو ہم تو اپنی جیبوں میں رکھیں گے لیکن اگر آپ کہتے ہیں کہ آپ لوگوں نے

نہیں دینے تو آج ایک ایسا فیصلہ کر لیں کیونکہ جب سے یہ اسمبلی آئی ہے تو یہی دس، بیس روپے کے استحقاق پر تحریکیں آتی ہیں اور ہماری بے عزتی یا ہسپتالوں میں ہوتی ہے یا ٹول پلازوں پر ہوتی ہے۔ میں آپ سے مؤدبانہ ریکویسٹ کرتا ہوں۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: اس سلسلے میں؟

میاں نثار گل: کہ آج اس پر Decision ہونی چاہیے کہ ہم یہ پیسے دیں یا نہ دیں؟

جناب قلندر خان لودھی: جناب سپیکر!

جناب سپیکر: اس سلسلے میں؟

جناب قلندر خان لودھی: ویسے میں یہ بتادوں کہ جب آپ نے رولنگ دی تھی تو اس سے پہلے میں ٹیکس دیتا تھا، جب آپ نے یہاں رولنگ دی کہ نہیں دینا تو اس کے بعد میں ان کو ٹیکس نہیں دیتا، زبردستی نہیں دیتا لیکن وہ پیچھے سے جو سیٹیاں بجاتے ہیں اور وہ دوڑ لگاتے ہیں وہ بڑی عجیب ہوتی ہے۔ ہم ان کو دیتے نہیں کیونکہ ہم نے آپ کی رولنگ مان لی ہے۔ میں نے ان کو کہا کہ میں تمہیں نہیں دوں گا۔ میں نے ان کو رولنگ بھی بتادی اور ان کو فوٹو کاپی بھی دے دی۔ باوجود اس کے وہ کہہ رہے تھے کہ جی ہم نہیں مانتے، ہمیں دو تو میں نے کہا کہ نہیں دوں گا۔

جناب سپیکر: جناب سراج الحق صاحب۔

جناب قلندر خان لودھی: آپ ایک سرکلر کریں، اس سلسلے میں۔

جناب سپیکر: نہیں، سرکلر کی بات نہیں ہے حکومت کا موقف سنتے ہیں اور پھر فیصلہ کرتے ہیں۔

جناب سراج الحق (سینئر وزیر): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر صاحب! فیصلہ کرنے کا اختیار تو آپ کو حاصل ہے اور بے شک فیصلہ کر لیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ رولنگ ان کو Convey کرنے کے بعد اگر انہوں نے پھر بھی معزز اراکین اسمبلی سے ٹیکس طلب کیا ہے تو زیادتی کی ہے، قانون کی Violation کی ہے جو قابل مواخذہ ہے، قابل احتساب ہے البتہ جن لوگوں نے دیا ہے، انہوں نے شاید

رولز کی خلاف ورزی نہیں کی ہوگی، مجبوری کی بنیاد پر دیا ہوگا۔ بہر حال میں سمجھتا ہوں کہ یہ اسمبلی کی عزت کی بات ہے اور اس پر آپ جو بھی فیصلہ کریں، حکومت اس کی پابند ہوگی انشاءاللہ۔

<u>جناب سپیکر:</u> چونکہ یہ پریویلج موشن ،ہاؤس کا Consensus یہ ہے کہ یہ Privilege committee کو، کیونکہ یہی ایک طریقہ کار ہے۔ میں ایوان سے پوچھوں گا کہ چونکہ یہ Privilege Act کی خلاف ورزی ہو رہی ہے اور بار بار اس معزز ایوان میں یہ بات زیر بحث آجاتی ہے اور یہاں تک کہ این ایچ اے کے چیئرمین نے خود وزیر اعلیٰ صاحب سے رابطہ کیا تھا، وزیر اعلیٰ نے پھر مجھ سے رابطہ کیا کہ پریویلج ایکٹ کی کاپی، اسمبلی سیکرٹیریٹ ان کو بھیج دے اگر ایسا ہو تو پراونشل حکومت کی حد تک ہم اس کو Exempt کرتے ہیں۔ میرے خیال میں ایسی بات ہوگئی تھی اور سیکریٹری پراونشل اسمبلی نے پریویلج ایکٹ کی کاپی این ایچ اے کے چیئرمین کو بھیج دی تھی لیکن پھر بھی مسئلہ وہی کا وہی ہے۔ آیا ایوان کی یہ رائے ہے کہ جو پریویلج موشن، تحریک استحقاق معزز رکن پیر محمد خان نے اس معزز ایوان میں پیش کی ہے اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے؟ جو اس کے حق میں ہیں وہ "ہاں" میں جواب دیں اور جو اس کے مخالفت میں ہیں وہ "ناں" میں جواب دیں۔

(تحریک منظور کی گئی)

<u>Mr. Speaker:</u> The Ayes have it. The privilege motion moved by Honourable member Mr. Pir Muhammad Khan, is reffered to the Privileges Committee, with the request, میں پریویلج کمیٹی سے استدعا کروں گا کہ وہ Within one month اس کی مکمل رپورٹ ایوان میں پیش کرے۔ (تالیاں)

تحاریک التواء

<u>Mr. Speaker:</u> Item No. 5, عبدالاکبر خان کا ایڈجرمنٹ موشن ہے لیکن ساتھ انہوں نے خط بھی ایک لکھا ہے کہ اسے تھوڑی سی تاخیر سے لیا جائے کیونکہ کچھ ان کی مصروفیات ہیں تو لہذا اس کو ہم بعد میں لیں گے۔ Mr. Pir Muhammad Khan, MPA, to please move his Adjournment motion No.298, in the House. Mr. Pir Muhammad Khan, MPA, please.

جناب پیر محمد خان: شکریہ، جناب سپیکر صاحب۔ محترم جناب سپیکر !"میں آپ کی توجہ ایک انتہائی اہم معاملے کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ مکہ معظمہ میں پاکستانی ہاؤس میں یا دیگر مقامات پر خدام الحجاج کے نام پر جو لوگ ڈیوٹی کرتے ہیں، ان کا رویہ پاکستانیوں کے ساتھ انتہائی ظالمانہ ہے، کسی بھی پاکستانی کی مشکلات میں کمی کے لیے تعاون نہیں کرتے۔ ہسپتال کا عملہ بیوروکریسی کا کردار ادا کر رہا ہے جبکہ مزدور کار پاکستانیوں سے آقاے خدام الحجاج کے نام پر جمع کر کے ان کے ناموں پر جعلی ڈیوٹی Show کر کے پیسے خزانے سے کھاتے ہیں، لہذا اس پر بحث کر کے کمیٹی کے ذریعے تحقیقات کرائی جائے"۔جناب سپیکر صاحب! زمونږ بد بختي دا ده چه يو طرف ته مونږ مقابله د انډيا سره کوؤ او هغه غير مسلم ملک دے ، بل طرف ته زمونږ د دے ملک هغه اسلامی ملک پاکستان چه دے ، د دے کوم کسان چه مونږ بهر ته په ډيوټئ اوليږو يا هلته دی، دهغوی هغه روئيے ته اوګورئ او د انډيا هغے ته اوګورئ نو ډير لوئے فرق وی يعنی ما پخپله هلته کښ، As a test د انډيا دغه ته تلے يم چه يره دلته څه طريقه ده؟ زمونږ د حاجيانو نه يو لاکھ روپئ اخلی د داخلے ، هغوی اتهتر هزار اخلی۔ زمونږه د حاجيانو د پی آئی اے په ټکټ کښ څه رعايت نيشته دے ، هغوی ورسره 20%يا 18% رعايت کوی د پی ائی اے په ټکټ کښ هم او هغوی ورله څه چهبيس، ستائيس هزار روپئ نغدے هم حاجی ته واپس ورکوی يعنی د پاکستان او انډيا ، دلته زمونږه ورسره څه حال وی؟ بيا هغوی چه د زم زم اوبه اوړی په جده کښ د هغوی په جهازونو کښ څه پابندی نشته، د هغوی په جهازونو کښ هر څومره زم زم چه اوړی نو خير دے-----------

جناب سپیکر: پير محمد خان صاحب--------

جناب پیر محمد خان: دوئ ته زم زم هم نه پريږدی----

جناب سپیکر: پير محمد خان صاحب! مسئله دغه ده او مطلب دا دے-----

جناب پیر محمد خان: د دے صوبے نه څه پندره، بيس هزار حاجيان دی لږ ما ته پرے د بحث اجازت راکړئ۔

جناب سپیکر: بحث محث خو، بس ستا ایډجرنمنټ موشن ـــ

جناب پیر محمد خان: عبدالاکبر خان چه راځی، د هغه پورے به زه یو څو خبرے اوکړم ـــــ

جناب سپیکر: هغه ته ایوان خو انتظار نه کوی۔ زه به مخکښ وړاندے ځم په ایجنډا باندے۔

جناب پیر محمد خان: نه، په دے ایوان کښ هم دا یوه داسے اهمه خبره ده۔

جناب سپیکر: اهمه خبره دا ځکه خو مونږه په ایجنډا راوړے ده۔

جناب پیر محمد خان: او جی ۔ جناب سپیکر صاحب ! هلته چه کوم پاکستانیان مزدورکار دی، دوئی چه کله دا حجاج کرامو د پاره هغه د خدامو هغه بندوبست کوی نو درخواستونه ترے نه او غواړی ۔ وائی چه تاسو دلته چه کوم دیره یئ، مزدور کار یئ، خپل هغه پاسپورټ، د هغے هغه اقامه ورته وائی که څه ورته وائی، دهغه چا سره چه دیره وی، هغه راوړئ چه تاسو مونږ دلته خدام اولګوؤ نو دوئ د هغے هغه Attested کاپئ، فوټو سټیټ ورکړی پاکستان ایمبسئی ته او پاکستان هاؤس ته نو که بیس هزار جمع شوے، تیس هزار جمع شوے، دس هزار جمع شی نو دوئ په هغے کښ څوک واخلی یا نه، د خپل طبیعت کسان د دے ځائے نه که بیس ئے بوتلل، تیس ئے بوتلل او که سوئے بوتلل خو هغه اقامے چه وی، په هغے باندے پیسے باقاعده پاکستان نه، زمونږ د خزانے نه وصولیږی۔ څومره چه زمونږ د مزدور کارو هغه اقامے جمع شی نو هغه واپس نه ورکوی۔ دا سږکال ماته ډیرو تکړه کسانو چه هغه پوهه هم دی، تعلیم یافته وو اووئیل چه مونږ As a test لاړو چه زمونږه هغه اقامے واپس راکړی نو هغوی مونږ ته اووئیل چه که تاسو زیاتے خبرے کوئ نو د دے ملک نه مو اوباسو یعنی رویه ئے هم داسے وه چه واپس مو اوباسو۔ هغه وجه څه ده؟ وئیل ئے چه وجه دا ده چه زمونږه په نومونو باندے دوئ پیسے اخلی چه دا زمونږ سره لیبر دی په

خدام کښې، يعنې خدام د خدمت د پاره مونږ لګولې دي حالانکه لګوی ئې نه، د لته نه لږ کسان بوځي نو د هغوی طريقه څه وی؟

جناب سپيکر: پير محمد خان صاحب! زما په خيال د وزير صاحب مؤقف آورو۔

جناب پير محمد خان: نه، نو زما مؤقف لا نه دے پيش شوے نو وزير صاحب ته خو پته نيشته۔ زه خو اوس وايم۔

جناب سپيکر: نه، ستا مؤقف خو راغلے دے، دا د په ايوان کښې واؤرو۔

جناب پير محمد خان: نه، زه د رته ثبوت پيش کوم سپيکر صاحب۔ زه لږ ثبوت پيش کړم نو خير دے زمونږ د غه بل وزير صاحب هم تلے وو۔ زه جی، پاکستان هاؤس ته تلے يم۔ لږ غوږ کيږدئ۔

جناب سپيکر: نن بالکل خپل کيسونه د د ثبوتونو سره راوړی دی۔

جناب پير محمد خان: نو بے ثبوته خبره خو په عدالت کښې هم نه ثابتيږی۔ سپيکر صاحب! زه پاکستان هاؤس ته لاړم، ماته کله کله څه تکليف راځی، د شپے راته څه ډير ايمرجنسی تکليف راغلے وو۔سحر زه لاړم، شپه مے تولہ رونړ کړے وه چه پاکستان هاؤس ته لاړم نو په هغے کښې څه لس اته مريضان وو او ډاکټر صاحب خو د ننه چرته به ناست وو، خدائے خبر چه کمشنر وو که ډی سی به وو لکه پخوا چه د هغوی سره ملاقات نه کيدو، دغسے چل وو۔ بهر چه څوک ناست وو، نومونه ئے ليکل نو هغه اووئيل چه پاسپورټ راکړه، ماوئيل چه پاسپورټ خو زمونږه د معلم سره دے، هغوی اووئيل چه نه د هغے ثبوت چه نه وی نو ته نه شے تلے، ما ورته اووئيل چه ماته څه داسے ايمرجنسی تکليف راغلے دے او بيګا شپه مے رونړ کړے ده او لږه مهربانی اوکړه او دغه مه کوه۔ هغه ماته اجازت رانه کړو۔ بيا مے تعارف ورسره اوکړو خو هغه اووئيل چه نه که هر څه ئے، د اسمبلئی ممبر ئے، هرڅه چه ئے خو تا نه شم پريښودے يعنی خپل د پاکستان ډاکټر سره ئے ماته د ملاقات اجازت رانه کړو۔

جناب سپيکر: په هغے د استحقاق رانه وړو؟

جناب پیر محمد خان: بیا سپیکر صاحب، زه اووتم مجبوراً، بیا د انډیا د غه ته لاړم As a test ما وئیل چه دا انډیا په دے کښې څه حال دے ؟ هلته کښې هسپتال وو، هغے ته لاړم هغه ډاکټران هم دغسے ناست وو، مریضان هم په قطار ولاړ وو۔ زه پکښې هم اودریدم۔ هغه ډاکټر له چه زما نمبر راغے نو ما ورته اووئیل چه زه پاکستانے یم ۔ هغه یو ساعت غلے شو چه پاکستانے ئے نو ستاسو پکار ده چه خپل هسپتال وی۔ما هغه ته خو خپله کمزوری اونه ښودله، ما اووئیل چه زمونږ هسپتال لږ لرے دے نو ځکه زه تاله راغلم نو هغه اووئیل چه ټهیک ده، ته As a patient راغلے ئے نو د درے ورځو دوائی به درله زه درکړم او نور بیا هغه خپل هسپتال ته لاړ شه۔ دا دهغه انډیا دهغه دواخانے دوایانے دی، نیروبیان ئے پکښې هم راکړی دی۔ دا څه دوایانے دغه دی، زه ئے پیژنم نه خو د هغوی هغه دوائی ده، دا ډاکټران به ئے پیژنی، څه یو درے نمونے دوائی ئے راکړه د درے ورځو د پاره انډیا والا، پاکستان والا یعنی ډاکټر ته ئے زه پرے نه ښودلم۔چه د اسمبلئی ممبر خپل تعارف اوکړی او د هغه سره هلته کښې دا رویه وی، هسے په هغے ځائے کښې چه کوم پاکستانیان دیره وی، دهغوی سره به څه رویه وی؟ هلته کښې چه حاجیان لاړ شی نو د هغوی سره به ئے څه رویه وی؟ زمونږ د پاکستان چه کوم ځائے کښې کیمپونه لګیدلی وی، په منیٰ کښې او په نورو ځایونو کښې نو دا په شلو ځایونو کښې لګیدلی وی۔

جناب سپیکر: دا ایډجرنمنټ موشن۔۔۔۔۔۔

جناب پیر محمد خان: نه، نه۔

جناب سپیکر: نه، دا چه تاسو دومره تقریر اوکړئ، که دا مونږه ایډمټ کړو، مطلب دا دے تپوس اوکړو، د وزیرمؤقف واؤرو، زما په خیال تقریر خو تاسو اوکړو نو بیا څه دغه ئے نیشته۔

جناب پیر محمد خان: نه جی، ډیرے اهمے اهمے خبرے دی۔

جناب سپیکر: اوشو کنه، د وزیر صاحب مؤقف آورو په دے کښې۔

جناب پیر محمد خان: بنه جی، ټهیک ده۔

جناب سپیکر: جی، حافظ اختر علی صاحب۔

حافظ اختر علی:(وزیر مذہبی امور): بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم۔ زمونږه جناب پیر محمد خان صاحب چه کومے خبرے ته توجه ګرځولے ده سپیکر صاحب، نو زه مجموعی لحاظ سره د دے سره اتفاق کوم ځکه چه تیر کال زه د صوبه سرحد د طرف نه چه کوم وفد مقرر شوے وو د ټول ملک، نو د صوبه سرحد نمائندګی ، هغه دوئ ماته بلکه د ټول وفد دغه ئے ماته راکړے وه او بیا یقیناً چه ما هلته کښ دهغے د راتلو نه پس کوم سفارشات د صوبه صرحد د مذهبی امور د وزیر په حیثیت سره مرکزی مذهبی امورو ته ما لیږلی وو او بلکه وزیر اعظم ته ما په هغے کښ کاپی کړے وه ځکه چه دا منسټری هم د وزیر اعظم صاحب سره ده۔ دغه ټول مشکلات، د پاکستان هاؤس رویه یا حجاج ته درپیش مشکلات تقریباً څو څو میاشتے وړاندے د حاجیانو نه ایک لاکھ او یا Some thing پیسے جمع شی پکار خودا وه چه په هغے باندے ډیر نزدے نزدے بلډنګونه د حجاجو د پاره حاصلیدے لیکن د افسوس خبره چه هلته کښ مونږه اوکورو نو حاجیانو ته، زمونږه پاکستانی حاجیانو ته ډیر لرے لرے بلډنګونه او په ډیرو زیاتو پیسو باندے هغه ملاؤ شوی وی او حالانکه نزدے نزدے بلډنګونه هغه ټول تقسیم شوی وی نو دا ټول مشکلات بیا په دغے حوالے سره مونږه هغه سفارشات هم لیکلی وو نو مجموعی لحاظ سره زه دوئ سره اتفاق کومه خو چونکه دا یو فیډرل سبجیکټ دے ، پکار دی په دغے حوالے سره چه تاسو او ایوان مناسب ګڼړئ او سپیکر صاحب، ستاسو مشوره وی نو هغه ترتیب سره که د قرارداد په شکل کښ وی یا په څه طریقے سره چه مناسب ګڼړئ خو مونږه دے سره اتفاق کوؤ چه حاجیانو ته ضرور مشکلات وی او دهغے مشکلاتو مداوه د اوشی او دهغے تدارک د اوکړے شی۔

جناب سپیکر: زما په خپل خیال چونکه څنګه چه منسټر صاحب اووئیل که دا تاسو ایوان مناسب ګڼړئ چه په دے باندے یو قرارداد ،یعنی څه مشکلات دی،هغه

راوړے شی او وفاقی حکومت ته خپل احساسات اوجذبات د یو قرارداد په شکل کښې اولیږو نو دا به بهتره وی۔

جناب بشیر احمد بلور: سپیکر صاحب! ماته اجازت دے ؟

جناب سپیکر: جی۔

جناب بشیر احمد بلور: سپیکر صاحب! تاسو ته به علم وی چه نن سبا د "نیشن"او د"نوائے وقت" اشتهارات هم مرکزی حکومت بند کړی دی، جمهوریت۔۔۔۔

جناب سپیکر: بشیربلور صاحب، ټائم د رکوم جی، خو دا یوه مسئله روانه ده۔

جناب بشیر احمد بلور: هغه خو هغوی Accept کړله۔

جناب سپیکر: نه نه جی، لا فیصله پرے نه ده شوے۔ زما په خپل خیال یو قرارداد تاسو تیار کړئ،بس په ایوان کښې به ئے پیش کړو او وفاقی حکومت ته به دا Grievances اولیږو، دا ټهیک ده ؟

جناب پیر محمد خان: ټهیک ده، سپیکر صاحب۔ وزیر صاحب او مونږه به ورسره کینو۔

جناب سپیکر: بس صحیح ده۔

جناب پیر محمد خان: بلکه اپوزیشن لیډران د پکښې هم کینی چه جوائنټ قرارداد جوړ کړو۔

جناب سپیکر: صحیح شوه، صحیح شوه۔

جناب بشیر احمد بلور: ماته اجازت دے ،سپیکرصاحب؟

جناب سپیکر: جی بالکل۔

جناب بشیر احمد بلور: ما دا عرض کولو جی، چه جمهوریت چه دے دا په څلور ستنو باندے ولاړ دے ، مقننه،عدلیه،پریس اوانتظامیه او په دے څلورو کښې چه یو هم کمزورے وی نو د جمهوریت هغه بلډنګ نه شی پاتے کیدے۔ د "نوائے وقت" په باره کښې،باوجود دے نه چه زمونږه او دهغوی په پالیسو کښې ډیر فرق

دے ،اختلاف په خپل ځائے خو "نوائے وقت" چه څومره او "دی نیشن" چه څومره د جمهوریت د پاره، آزاد عدلیه د پاره او آزاد مقننه د پاره جدوجهد کوی او دهغوی کومے خبرے چه دی، هغه زما خیال دے یو ریکارډ دے په پاکستان کښ،اوس نه نه، د ایوب خان په وخت کښ هم، تاسو ته به یاد وی د نوائے وقت اشتهارونه بند شوی وو۔هغه وخت کښ هم هغوی خپل جدوجهد جاری ساتلے وو نو زما به دا خواست وی دے هاؤس ته او تاسو ته اپیل به وی چه یو قرارداد کښ مونږه مرکزی حکومت ته دا ریکویسټ اوکړو چه د هغوی دا اشتهارات د کهلاؤ شی که تاسو دا اجازت راکړئ چه زه دا قرارداد پیش کړم چه د هغوی اشتهارات د بحال کړے شی، که ستاسو حکومت ته پرے څه اعتراض نه وی؟

جناب سپیکر: جی، سراج الحق صاحب!

جناب سراج الحق (سینئر وزیر/وزیر خزانه): بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ میں محترم، معزز رکن کی اس بات کی تائید کرتا ہوں کہ صحافت بہر حال پوری قوم خصوصاً منتخب نمائندوں کے احساسات دنیا تک پہنچانے کا ایک اہم ذریعہ ہے اور موجودہ دور تو ہے ہی میڈیا کا اور میڈیا ہی امریت کے دور میں عوام کا ہمیشہ ساتھ دیتی ہے اور اگر میڈیا کو کسی طریقے سے اپنی پالسیوں کا پابند کیا جائے تو اس ماحول میں پھر ایک گھٹن پیدا ہو جاتی ہے اور ظلم کیلئے راستہ کھلتا ہے۔ بہر حال یہ بات اب آئی ہے کہ مرکزی حکومت نے نوائے وقت کے ساتھ خصوصاً ایک معاندانہ رویہ اختیار کیا ہے، اسکے اشتہارات بند کئے ہیں اور پاکستان کے ہر باشعور آدمی نے اس کا نوٹس لیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے مرکزی حکومت کا جو امیج ہے، وہ متاثر ہو رہا ہے بہر حال وہ اپنی جگہ پر لیکن ہم چونکہ منتخب لوگ ہیں اور یہ ایک منتخب ایوان ہے، ہم اس سے اتفاق کرتے ہیں کہ بالکل جس کے ساتھ بھی زیادتی ہو، یہ ایوان اس کا ساتھ دیگا۔

جناب سپیکر: بشیر احمد بلور صاحب! حج کے مسائل کے بارے میں ایک قرارداد ہے اور ایک یہ قرارداد ہے، میرے خیال میں ٹی بریک کے بعد اگر ہم دونوں کو۔۔۔۔

جناب بشیر احمد بلور: ویسے میں نے قرارداد لکھی ہے، اگر آپ مجھے اجازت دیں اور Rules suspend کر دیں تو میں قرارداد پڑھ لونگا۔

جناب سپیکر: میرا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ قرارداد تیار ہے تو پھر تو ایوان سے میں پوچھونگا، Rules suspension کیلئے، پیر محمد خان صاحب، قرارداد؟

جناب پیر محمد خان: زما خیال دے مونږه به یو ځائے کینو او به لیکو۔

جناب بشیر احمد بلور: ما خو لیکلے دے که ماته اجازت راکړئ، هغه به هغه وخت اوکړو کنه، جی۔

جناب سپیکر: بس ٹھیک ده جی، بیا رولز د پاره۔۔۔۔

قاعدہ کا معطل کیا جانا

جناب بشیر احمد بلور: Under rule 240 لاندے د Suspend کړے شی دا کارروائی او ماته د د قرارداد پیش کولو اجازت راکړے شی۔

جناب سپیکر: د ایوان دا رائے ده چه د متعلقه رول 240 لاندے د Rule 124 Suspend شی او بشیر بلور صاحب ته د د قرارداد پیش کولو اجازت ورکړے شی؟

(تحریک منظور کی گئی)

مولانا محمد مجاہد خان الحسینی: جناب سپیکر صاحب! ماته یو منټ راکړئ۔

جناب سپیکر: جی، بشیر بلور صاحب۔

مولانا محمد مجاہد خان الحسینی: جناب سپیکر صاحب! زما یوه خبره واورئ، زما یوه خبره واورئ۔

جناب سپیکر: بشیر بلور صاحب۔ د دے نه وروستو به واؤرم، دوه به واؤرم خبرے۔

مولانا محمد مجاہد خان الحسینی: صرف یوه خبره کوم۔

جناب سپیکر: آورم، دوه خبرے د آورم۔

مولانا محمد مجاہد خان الحسین: د یو اخبار د پاره دا تاسو ټول دا قرارداد کوئ او زما نهه سوه مزدوران بیکاره شول،د هغوی د پاره تاسو هیڅ نه کوئ، هغوی د سړیتوب نظر نه کوئ۔

قرارداد

جناب بشیر احمد بلور: جناب سپیکر صاحب! میں آپ کا مشکور ہوں" یہ صوبائی اسمبلی مرکزی حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ 'نوائے وقت ' اور 'دی نیشن' جو کہ ملک کے بڑے اخبارات میں شمار ہوتے ہیں کے اشتہارات بند کئے گئے ہیں جبکہ جمہوریت کی بقا آزاد پریس، آزاد عدلیہ، آزاد مقننہ اور آزاد انتظامیہ کیلئے ان اخبارات کی پاکستان کے عوام کے لئے جو خدمات ہیں وہ نا قابل فراموش ہیں اس لئے مرکزی حکومت جلد از جلد ان کے اشتہارات بحال کرے تاکہ ' نوائے وقت ' اور 'دی نیشن' اپنے اصولوں پر قائم رہتے ہوئے ملک اور قوم کی خدمت اچھے طریقے سے کر سکیں اور جو ہزاروں لوگ ان سے وابستہ ہیں انکے رزق حلال کمانے میں رخنہ نہ ڈالا جائے اور ان کو بے روزگاری سے بچایا جائے"

Mr. Abdul Akbar Khan: We support the resolution.

جناب سپیکر: میرے خیال میں سب نے Support کیا ہے اور حکومت نے بھی Support کیا ہے۔ بشیر احمد بلور صاحب نے جو قرارداد اس معزز ایوان میں پیش کی ہے، ایوان سے رائے لی جاتی ہے کہ کیا اس قرارداد کو منظور کیا جائے؟ جو اسکے حق میں ہیں وہ "ہاں" میں جواب دیں اور جو اسکے مخالفت میں ہیں وہ "ناں" میں جواب دیں۔

(تحریک منظور کی گئی)

Mr. Speaker: The 'Ayes' have it. The resolution is passed unanimously.

(تالیاں)

جناب بشیر احمد بلور: میں بہت زیادہ مشکور ہوں، آپ کا سارے ہاؤس، سارے بھائیوں اور سارے دوستوں کا جنہوں نے Unanimously میری قرارداد پاس کروائی۔ مہربانی۔

مولانا محمد مجاہد خان الحسینی: زما د دے مطالبے هم څه چل جوړ کړئ کنه جی؟ زما دا نهه سوه کسان چه بے روزګاره شول، ددے د پاره هم څه اوکړئ؟ د سرمایه دار دپاره خو مو دغه اوکړل چه دهغه د کروړونو روپو سالانه آمدنی ده او زما د پچیس لاکھ روپو خبره ده او هغه نه کوئ چه هغه نهه سوه مزدوران چه بیکاره شوی دی د پیپر ملز نه، د هغے څه بندوبست اوکړئ؟

جناب سپیکر: جی۔

جناب خلیل عباس خان: جناب سپیکر صاحب! مولانا مجاهد صاحب چه کومه خبره کوی، زه جی، د دے پرزور تائید کوم، دا زمونږ نوښار ته راپیښنه یوه ډیره اهم مسئله ده جی او دا آدم جی پیپر مل بیا بند شوے دے نو زه حکومت ته دا خواست کوم چه دوئ د دا مسئله حکومتی طور باندے Take up کړی، د هغوی مالکانو سره د خبره اتره اوکړئ چه دا مل دوباره چالو شی، حکومت ته پکښ نقصان نشته۔

جناب سپیکر: ملک ظفر صاحب، آنریبل منسٹر فار انڈسٹریز۔

ملک ظفر اعظم (وزیر صنعت و قانون): جی، یہ بالکل صحیح بات ہے کہ وہ پیپر مل بند ہو چکی ہے اور ہمارے لیبر ڈیپارٹمنٹ نے لیبرز اور ان کو بلایا ہے اور انشاء اللہ بہت جلد اس کے بعد میٹنگ ہو گی اور پھر بعد میں ہم اس پوزیشن میں ہونگے کہ صحیح صورتحال بیان کر سکیں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں اس یقین دہانی سے۔۔۔۔۔

مولانا محمد مجاہد خان الحسینی: زه د وزیر صاحب په وعده باندے مطمئن یم۔

جناب سپیکر: مولانا صاحب! زما هم دا خیال وو او د بشیر بلور صاحب هم دا خیال وو چه ډیرزر به ته مطمئن شے، د خپل وزیر صاحب د جواب نه۔ د عبدالاکبر خان دا ایډجرمنټ موشن هغه وخت خو تیر شوے دے، زما په خیال د اے ډی پی په باره کښې هسے هم پرے ډسکشن راروان دے نو، ترقیاتی سکیم۔۔۔

جناب عبدالاکبر خان: کال کړے مو وو؟

جناب سپیکر: جی نہ، خو کہ پیش کوئ ئے نو پیش ئے کړئ نو دھغہ اے ډی پی سرہ بہ ئے یو ځائے۔۔۔

جناب عبدالاکبر خان: زہ بہ ئے پیش کړم، بیا خبرہ بہ پرے ھغہ وخت او کړم۔

جناب سپیکر: بس صحیح دہ۔

جناب عبدالاکبر خان: جناب سپیکر، "معمول کی کارروائی روک کر اس اہم مسئلے پر بحث کی اجازت دی جائے جو صوبے بھر میں ترقیاتی سکیموں پر کام شروع نہ کرنے سے پیدا ہوئی ہے۔ چونکہ اس مسئلے سے صوبے کے عوام میں بے چینی پیدا ہوئی ہے لہذا کارروائی روک کر اس پر بحث کی جائے"۔ جناب سپیکر! یہ میں نے اس وقت آپ کے سیکرٹریٹ میں داخل کیا تھا جب اسمبلی کا اجلاس نہیں تھا، آج چونکہ آپ اے ڈی پی پر ڈسکشن کرینگے تو میں اس پر اس وقت بات کرونگا۔

توجہ دلاؤ نوٹسز

Mr. Speaker: ٹھیک ہے۔ ، Item No.6 Mr. Muhammad Tariq Khattak MPA, to please move his Call Attention Notice No. 604, in the House. Mr. Muhammad Tariq Khattak MPA., (Absent it lapses) Mrs. Naeema Akhtar MPA, to please move her Call Attention Notice No. 607 in the House. Mrs. Naeema Akhtar MPA, please.

محترمہ نعیم اختر: بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر، جناب سپیکر سر! "میں اس معزز ایوان کی توجہ ایک ضروری نوعیت کے مسئلے کی طرف دلانا چاہتی ہوں اور وہ یہ کہ تخت بھائی شوگر مل میں آج کل گنے کے سیزن میں گنے کی پھوگ جلائی جاتی ہے اور اسکی راکھ براہ راست ہوا میں اڑتی رہتی ہے جس سے پورے علاقے میں آشوب چشم اور دوسری سانس اور سینے کی بیماریاں جنم لے رہی ہیں اور تخت بھائی کے عوام کا جینا محال ہو گیا ہے کیونکہ لوگ صاف کپڑے نہیں پہن سکتے اور خواتین دھوپ میں کپڑے سکھلا نہیں سکتیں کیونکہ اس راکھ کی وجہ سے اس وقت وہ کالے ہو جاتے ہیں۔ اس طرح جب چقندر۔۔۔"

Mr.Speaker. Order please,order please.

محترمہ نعیم اختر: "جب چقندر کا موسم ہوتا ہے تو مل کا گندا پانی نہر کے پانی میں براہ راست شامل ہوتا رہتا ہے جو انسان اور جانوروں کیلئے زہر قاتل ہے، اس لئے میری درخواست ہے کہ اسکی روک تھام کیلئے فوری طور پر کچھ کیا جائے"۔ شکریہ، جناب سپیکر۔

جناب نادر شاہ: سپیکر صاحب ! دے بارہ کښې زه هم یوه خبره کومه۔ واقعي چه دا کومه مسئله دوئ مخے ته راوسته نو یوائے ، د بیمارو د خوریدو هم یوه خطره ده، آلودگی چه کومه خوریږي بله دا ده چه د خلقو یعنی په کورونو کښې دومره گند پروت وی، د هغے د صفا کولو د پاره اوبه هسے هم نشته،زمونږه خو هلته کښې هغه د اوبو سسټم هم خراب دے ،هغه ټی ایم اے مونږ له اوبه هم په وخت نه راکوی، خلقو ته هغه هم نه رسیږي او بیا د پاسه چه د دوئ پرے کوم تورکی خوریږي او د هغے نه کومه خلقو ته مسئله ده، بیا د خلقو په سترگو کښې غورځیږي، د هغے سره د خلقو د ړوندیدو هم خطره ده او مل سره بنه پیسے شته۔ دومره پیسے پرے نه لگی،لس دولس لکھه روپئ خرچه پرے کیږي چه دا آلودگی هغوی کنټرول کولے شی خو هغوی ئے قصداً نه کوی، هلته کښې گیس شته په دغے مل کښې، گیس نه لگوی خو دغه پهوگ په کښې سوزوی او آسانه گټه ئے لیدلے ده نو که خلق تباه کیږي خیر دے ،تباه د شی خوچه هغوی ته گټه اوشی۔دا ډیره ضروری خبره ده جی۔

جناب سپیکر: ملک ظفر اعظم صاحب۔

جناب امانت شاہ: شکریه سپیکر صاحب، دا تاسو کیدے شی په مردان باندے داسے چه تیریږئ نو د شوگر مل مردان دا خوشبوئ به هم تاسو کله کله محسوسوئ، چه کله بونیر ته جی تاسو ځئ نو دے سره سره مونږه سراج الحق صاحب ته دا درخواست کوؤ چه دغه د شوگر مل نه چه کومے اوبه راوځی، هغه گندا اوبه ټول شیخ ملتون ټاؤن پورے او مردان کالج پورے هغه بدبوئی د هغے خوره وی،تر رشکئ پورے نو که دغه انډرلائن شی او پائپ ورته صرف واچولے شی او دننه شی، انشاء الله نو بیا به دا بدبوئی نه وی نو که دے سره دوئ په دے هم لږ غور اوکړی نو مونږه به ډیر مشکور یو۔

جناب سپیکر: ماجد خان صاحب۔

جناب عبدالماجد: دے سرہ Connected دہ۔ ما یو خو کال اٹنشنز پہ دے مسئلہ کبں ورکڑی وو جی، چہ د جہانگیرے یو Leather tannery دہ جی، د جوارو یو مل دے چہ د هغے نہ پہ جہانگیرے کلی کبں تقریباً تیس،تیس میل فاصلہ کبں د هغے نہ یو بدبوئی ځی، کافی طور سرہ ما پہ دے باندے دغہ هم کڑے دے لیکن تر اوسہ پورے د هغے څہ تدارک نہ دے شوے۔دا گزارش مونږ کوؤ د ماحولیات د وجے نہ، خاص کر هغے ماحول ډیر زیات خراب کڑے دے،ډیرہ بدبوئی ئے خورہ کڑے دہ، د هغے نہ گیر چاپیر کم ازکم پندرہ بیس هزار کسان اوسیږی، جہانگیرہ کارن کمپلیکس چہ کوم دے۔

جناب سپیکر: جی،ڈاکٹر محمد ذاکر شاہ۔

ڈاکٹر محمد ذاکر شاہ: دے سرہ Related خبرہ دہ۔ خزانہ شوگر مل لار کبں دے، اکثر دلتہ دومرہ ډیرزیات گاډی ولاړوی، اکثر ټریفک دلتہ بند وی، اکثر دوئ مین روډ Cover کڑے وی او پہ خپل ایریا کبں دوئ گاډئ نہ اودروی نو دے سرہ هم ډیرہ زیاتہ مسئلہ جوړیږی جی، او دا چہ کومہ مسئلہ دوئ بیان کڑہ، دا مسئلہ مونږہ تہ هم دہ، دا د ماحولیاتو خبرہ چہ کومہ دوئ اوکڑہ۔

جناب بشیر احمد بلور: ملز د بند شی۔

جناب سپیکر: نو چہ ملز بند شی نو بیا ؟ سراج الحق صاحب۔

ڈاکٹر ذاکر اللہ خان: جناب سپیکر صاحب! زما یو کال اٹنشن نوٹس دے د مردان شوگر ملز، تاسو تہ بہ نن پروت نہ وی ؟ کہ اجازت را کڑئ چہ هغہ ورسرہ هم پیش کڑم، مردان شوگر ملز باندے دے جی۔

جناب سپیکر: پیش ئے کڑہ۔

ڈاکٹر ذاکر اللہ خان: شکریہ جناب سپیکر صاحب! میں اس معزز ایوان کی توجہ مفاد عامہ اور اہم نوعیت کے ایک مسئلے کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ مردان شوگر ملز سے شیخ ملتون ٹاون کی طرف ایک

نالہ بہتا ہے اور نالے میں شوگر ملز کے کیمیائی مواد بہنے کی وجہ سے نہ صرف شیخ ملتون کے مکینوں اور ملحقہ مضافات کے لوگوں کے لئے حفظان صحت کا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے بلکہ کھلی نالی کی بدبو کی وجہ سے علاقے کے مکینوں اور راہ چلتے مسافروں کو سخت تکلیف اور مشکلات کا سامنا ہے، لہذا عوام کو ان مشکلات سے نجات دلوانے کیلئے فوری اور مناسب اقدامات کئے جائیں۔ شکریہ جی۔

جناب سپیکر: سراج الحق صاحب۔

مولانا امان اللہ حقانی: جناب سپیکر صاحب! دغه سلسله کښې زه هم يو عرض کوم که تاسو اجازت راکړئ۔ دحيات آباد دا نالئ، مامخکښې هم په دے فلور بانديے څوځله خبره کړے ده او هغے نه ډيرے بيمارئ خوريږي او ډيره انتهائي اهمه ده، نو که هغه مسئله هم ورسره شي نو ښه به وي۔

جناب سپیکر: جي جي، ښه جي۔ سراج الحق صاحب۔ نشته جي؟

جناب سراج الحق (سینئر وزیر): مردان کے جبل صاحب رہ گئے ہیں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں جبل صاحب نہیں ہیں۔

سینئر وزیر: بسم الله الرحمان الرحيم۔ جناب سپيکر صاحب! دمردان د شوګر ملز د بدبويئ په باره کښې او دسخا اوبو د نعکاسي په باره کښې چه کومه توجه ورکړے شوه نو ربښتيا دا ده چه د تيرو لس پنځلسو کالونه مونږه ددے سره مخ يو او ددے دا ټوله مشينري انتهائي پخوانئ ده او چه کله مونږه ته دا علم اوشو چه دا اوس داسے يوه مسئله ده چه په ټوله علاقه کښې بالکل خوره شوه نو په تير ځليرشتم تاريخ د فرورئ باندے د ماحولياتو ادارے د شوګرملز معائنه اوکړه او د دے نه مخکښې چه دوئ ته کوم تجاويز ورکړي وو نو معلومه دا شوه چه هغوي په هغے باندے عمل نه دے کړے، نه ئے د دے د بره هغه چمنی لګولے ده او نه ئے د هغه سخا اوبو ديو مناسب ځائے ته د رسولو انتظام کړے دے۔ددغے په بنياد باندے مونږه دوئ ته يو نوټس جاري کړے دے، د ايکټ 1997ء دفعه 16تحت او په اتلسم تاريخ راروان باندے مو دوئ راغوښتلي دي چه دوئ به د اداره تحفظ ماحوليات د ډائريکټر دفترته به روبروپيش کيږي او په هغے کښې به

مونږه دوئ سره حتمی خبره کوؤ۔ که دا کار ئے اونه کړو نو د قانون مطابق د دے خلاف به کارروائی کیږی۔باقی حیات آباد کښې هم هلته زمونږه د ماحولیاتو اداره مصروفه ده او چه د کوم ځائے ماجد خان صاحب خبره اوکړه نو هغه هم زمونږه په نوټس کښې راغلے دے او خصوصاً دا شوګرملز چه کوم خزانه کښې دے ، دد ے درے واړو ځایونو په باره کښې د ماحولیاتو محکمے ۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: ٹریفک کی تکالیف کے بارے میں۔۔۔۔

سینئر وزیر: ڈاکٹر ذاکر شاہ نے بھی بات کی ہے، بہر حال یہ پانچ چھ جگہیں ہیں ان سب کے بارے میں ہماری ٹیمیں گئیں ہیں اور جو وہاں کے انچارج ہیں، کارخانوں کے، ملز کے، ان سے بات چیت جاری ہے اور بعض کو شوکاز نوٹس جاری کئے گئے ہیں اور بعض کو قانونی نوٹس جاری کئے گئے ہیں اور بعض کو اپنے دفتر میں بلا کر یہ ایشوان کے ساتھ Tackle کیا جارہا ہے۔

جناب نادر شاہ: سپیکر صاحب! د تخت بهائی په باره کښې دوئ څه اونه وئیل جی؟

Mr. Speaker: Mrs. Nasreen Khattak MPA, to please move her Call Attention Notice No. 608. Mrs.Nasreen Khattak, MPA.

سینئر وزیر: میں تخت بھائی کو بھی Add کرتا ہوں، اس کے ساتھ۔

جناب سپیکر: بس ٹھیک ہے۔

محترمہ نسرین خٹک: شکریہ، سپیکر صاحب۔ یہ کال اٹنشن نوٹس میرے دورے کے بارے میں ہے جو 21 جنوری کو میں نے مینٹل ہاسپٹل کا کیا تھا۔اس دورے میں جناب سپیکر صاحب، کچھ ایسے حالات اور واقعات منظر عام پر آئے ہیں جو انسانیت اور انسانی تقاضوں کے بالکل مخالف ہیں۔ جناب سپیکر صاحب، وہاں پر جو میں نے دیکھا مختصر الفاظ میں میں بیان کرنے کی اجازت چاہتی ہوں ۔ جب میں وہاں پر گئی جناب سپیکر صاحب، تو خواتین کا وارڈ ایسا تھا کہ وہاں پر سانس لینا مشکل تھا اور اقوام متحدہ کا بھی ریزولوشن اس حوالے سے موجود ہے کہ ذہنی مریض کے ساتھ انسانی اصولوں سے پیش آنا چاہیے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے خود دیکھا ہے کہ وہاں پر ایک مریضہ، جو کہ انتہائی معصوم لوگ ہوتے ہیں، کے پیر پر بھاری زنجیر بندھی ہوئی تھی جب میں نے عملے سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ ادھر ادھر چلی جاتی ہے لہذا ان کو زنجیر باندھی گئی

ہے۔اس کے بعد جناب سپیکر، میں نے جا کر صرف ایک سٹور کا معائنہ کیا اور وہاں پر، یہ میں 21 جنوری کی بات کر رہی ہوں، شدید سردی تھی، وہاں پر کسی نے بسترے اور تکیے Donate کئے ہوئے تھے، جو بالکل نئی حالت میں تھے، میں نے دیکھا کہ وہاں پر جو خواتین پڑی ہوئی تھیں ان کو پتلے اور پھٹے پرانے کمبل دیئے گئے تھے۔ میں نے کہا یہ سامنے تو سب کچھ موجود ہے آپ کیوں نہیں انہیں استعمال کرتے؟ تو عملے نے مجھے کہا کہ یہ ہم اس لئے استعمال نہیں کرتے کیونکہ یہ مریض صفائی نہیں رکھ سکتے اور یہ بسترے اور تکئے خراب ہو جائینگے۔ اس کے علاوہ جناب سپیکر صاحب، دو اور پوائنٹ تھے اور وہ یہ کہ عملے نے یہ کہا تھا کہ وہاں پر جو دوائیاں ہیں، ان کا معیار اچھا نہیں ہے اور جو خاکروب تعینات کئے گئے ہیں خواتین کے وارڈ کیلئے، وہ دو تھیں، ان میں سے ایک کا انتقال تقریباً پانچ سال پہلے ہوا تھا اور اسکی جگہ ایک مرد خاکروب وہاں پر کام کر رہا تھا۔ جاتے ہوئے ایک معصوم، وہاں پر جو خاتون داخل تھی اس نے میرا بازو پکڑ کر انتہائی معصوم انداز میں مجھ سے صرف دو تین الفاظ کہے" ماتہ چھتی، ماتہ چھتی "اسی سے آپ اندازہ لگائیں کہ ایک ذہنی معذور خاتون کے ذہین میں صرف چھٹی کے الفاظ آئے تھے، نجانے اس پر کیا کیا گزری ہوگی، شکریہ جناب سپیکر صاحب۔

محترمہ فرح عاقل شاہ: Excuse me sir, میں بھی اس کی تائید میں کہنا چاہونگی کہ میں بھی گئی تھی اور جن بستروں کے بارے میں یہ بات کر رہی ہیں مجھے جان کر بہت افسوس ہوا ہے کیونکہ وہ میں نے Donate کئے تھے (تالیاں) اور میں جا کر پوچھونگی کہ وہ ابھی تک کیوں انہیں نہیں ملے۔ نسرین صاحبہ نے جو بھی باتیں کی ہیں وہ بالکل ٹھیک ہیں سر، اور میں ان کی بھرپور حمایت کرتی ہوں کیونکہ میں نے بھی کئی بار دورہ کیا ہے، میرے ایک دو Call Attentions اور سوالات بھی آپ کے پاس آئے ہوئے ہیں اس سلسلے میں سر، تو میں چاہونگی کہ وزیر صحت صاحب فوری طور پر کچھ کریں۔

جناب سپیکر: سیر حاصل بات کریں تاکہ وہ اس کال اٹنشن نوٹس میں Cover ہو جائے۔

محترمہ فرح عاقل شاہ: Sir please وزیر صحت سے ریکویسٹ کرونگی کہ پلیز اس کے بارے میں ضرور بتائیں گے۔

Mr. Speaker: Through the chair.

محترمہ فرح عاقل شاہ: جی، کیونکہ مینٹل ہاسپٹل کے بہت زیادہ برے حالات ہیں۔

جناب مشتاق احمد غنی: سپیکر صاحب! اس سلسلے میں عرض کرتا ہوں اسی حوالے سے، کہ انہوں نے جس مینٹل ہاسپٹل کا ذکر کیا تو وہ لوگ تو ذہنی معذور ہیں، ان کو سمجھ نہیں آرہا ہے کہ انکے ساتھ یہ سلوک ہو رہا ہے اور ایبٹ آباد ڈی ایچ کیو اور ویمن اینڈ چلڈرن ہاسپٹلز وہ تو صحیح لوگوں کے ہسپتال ہیں لیکن میں وزیر صاحب سے گزارش کرونگا کہ آپ دورہ کریں تو ان کی حالت مینٹل ہاسپٹل، جس کا میری بہنوں نے ذکر کیا، اس سے بھی بری ہے تو ان ہسپتالوں کی حالت خدا کیلئے درست کی جائے، یہ بہت اہم مسئلہ ہے سر۔

جناب سپیکر: جی، عنایت اللہ صاحب آنریبل منسٹر۔

ڈاکٹر امتیاز سلطان بخاری: جناب سپیکر صاحب! میں ان کی کال اٹنشن کی پوری تائید کرتی ہوں کہ اس پر فوری ایکشن لیا جائے۔ (تالیاں)

جناب عنایت اللہ (وزیر صحت): میں مشکور ہوں، محترم ممبران اسمبلی کا کہ انہوں نے اس مسئلے کی طرف میری توجہ دلائی ہے اور میں Appreciate کرتا ہوں کہ محترمہ نسرین خٹک صاحبہ نے ہاسپٹل کا Visit کیا اور ہماری دوسری ممبر صاحبہ نے بھی اسکی تائید کی، بالکل مجھے ان سے اتفاق ہے لیکن مینٹل ہاسپٹلز میں اور ہمارے پشاور کے مینٹل ہاسپٹل میں جو مریض آتے ہیں وہ اکثر وہ مریض نہیں ہوتے ہیں جو گھروں کے اندر نارمل قسم کے مریض Psychic patients ہوتے ہیں بلکہ وہ لوگوں کے کنٹرول سے باہر نکل جاتے ہیں اور جن کو گھروں میں کنٹرول نہیں کیا جاسکتا، پھر ان کو وہ مینٹل ہاسپٹلز میں بھیجتے ہیں۔ مینٹل ہاسپٹل میں اس وقت جو Facilities available ہیں ان میں ان کو کھانا بھی ملتا ہے، ان کیلئے Medicines بھی مارکیٹ سے نہیں ملتی ہیں بلکہ MCC سے جو Medicines approve ہوتی ہیں، وہ میڈیسن Purchase ہوتی ہیں، ان کو Provide کرتے ہیں، زکواۃ کے فنڈ سے ان کو میڈیسن ملتی ہیں، مارکیٹ سے ان کیلئے بالکل میڈیسن خریدی نہیں جاتی ہیں بلکہ مفت میڈیسن انکو فراہم کی جاتی ہیں۔ انکے لواحقین اور انکے ورثاء ان کو وہاں مینٹل ہاسپٹل میں چھوڑ جاتے ہیں اور انکی Management وغیرہ سب انکی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اس وقت وہاں آٹھ ڈاکٹرز ہیں، ان کیلئے ایک Psychiatrist ہے اور دو Clinical

psychologist ہیں اور ان کو اس انداز میں Manage کیا جارہا ہے۔میں ان سے اتفاق رکھتا ہون کہ صفائی کی بھی حالت ضرور ناگفتہ بہ ہوگی کیونکہ میں نے جس طریقے سے گزارش کی ہے کہ یہاں وہ لوگ آتے ہیں جن کو خاندان میں کنٹرول نہیں کیا جاسکتا تو پھر ان کو مینٹل ہاسپیٹل میں بھیجا جاتا ہے۔اس سلسلے میں اگر ان کے پاس Further improvement کیلئے تجاویز ہیں تو میں ان کو Well come کرتا ہوں اور میں خود انشاءاللہ اس کا Visit کرونگا۔

جناب سپیکر: بیڈز کے بارے میں آپ نے نہیں بتایا جو Donate کئے گئے ہیں اور وہ ابھی تک، بیڈز جو Donate ہوئے ہیں۔

وزیر صحت: میں نے سر، آپ سے عرض کیا ہے کہ میں خود Visit کرونگا اور میں دیکھونگا اگر اس قسم کے بیڈز آئے ہیں اور وہ ان کو استعمال نہیں کر رہے ہیں تو۔۔۔

جناب سپیکر: اگر معزز اراکین اسمبلی مناسب سمجھتے ہیں تو ان کو بھی ساتھ۔۔۔۔

وزیر صحت: ان کو بھی ساتھ لے لیتے ہیں۔

ڈاکٹر امتیاز سلطان بخاری: جناب سپیکر صاحب! مریضوں کو زنجیروں سے باندھ کر Treatment نہیں دی جاتی بلکہ ان کو میڈیسن دی جاتی ہیں، ان کو انجیکشنز دیئے جاتے ہیں اور ان کی Treatment اس طریقے سے کی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: وزیر صحت صاحب نے کہہ دیا ہے کہ وہ تفصیلی دورہ کرینگے اور جو معزز اراکین، آپ خود وہاں جا کر حقائق کو جان لیں گے کہ کیا صورتحال ہے۔

وزیر صحت: جناب سپیکر! زنجیروں کے بارے میں وضاحت کرنا چاہونگا۔ میں نے جس طرح سے وضاحت کی کہ وہاں جس قسم کے Patients آتے ہیں، وہ بالکل کنٹرول نہیں ہو پا رہے ہوتے، وہ گھروں میں کنٹرول نہیں ہوتے تو ان کو والدین مینٹل ہاسپیٹلز بھیج دیتے ہیں۔ مجھے خود امریکہ میں اٹلانٹا کے اندر اسی قسم کے ایک مینٹل ہاسپیٹل اور ایک جیل میں جانے کا اتفاق ہوا، وہاں مریضوں کو مختلف کیٹیگریز میں تقسیم کیا گیا تھا جو اس قسم کے مریض تھے جو بالکل کنٹرول نہیں ہو پا رہے تھے ان کو وہ کنٹرول نہیں کر سکتے تھے تو ان کو

بالکل وہ اسی طریقے سے سیلوں میں رکھا گیا تھااور انکی حالت دیکھ کر بھی آپ کو ترس آتا تھا لیکن بعض اوقات یہ مجبوری ہوتی ہے۔ اگر ان کو زنجیروں کے بغیر کسی اور طریقے سے کنٹرول کیا جاسکتا ہے تو ہم ضرور جا کر اس کا جائزہ لینگے اور انشاءاللہ اس کو Recommend کرینگے۔

محترمہ صابرہ شاکر: جناب سپیکر! یہ جو پرابلم ہے یہ واقعی بہت اہم اور Important problem ہے اور ہم بھی اسکی بھرپور تائید کرتی ہیں اور تائید کے ساتھ ساتھ میں منسٹر صاحب سے یہ بھی ریکویسٹ کرونگی کہ اگر گورنمنٹ سے کچھ نہیں ہو سکتا تو ہم خود ذاتی طور پر مالی امداد کرنے کو بھی تیار رہینگے۔

قومی مالیاتی کمیشن اور بجلی کے خالص منافع

جناب سپیکر: بس ٹھیک ہے۔

Mr. Speaker: بس ٹھیک ہے۔، Item No.7 discussion on NFC Award and Net Hydle Profits, with special reference to Acceptance of Arbitration. کل تو میں نے استدعا کی تھی لیکن کوئی معزز رکن، ڈاکٹر سلیم کا نام آیا ہے، جی، ڈاکٹر سلیم صاحب۔

ڈاکٹر محمد سلیم: محترم جناب سپیکر صاحب، ستاسو ډیره شکریه چه ماته مو په دے موضوع د خبرو کولو اجازت را کړو۔ هغه یو شاعر وائی چه:۔

؎ وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

(تالیاں) په دے قومی مالیاتی کمیشن باندے انورکمال خان، عبدالاکبر خان صاحب، بشیر بلور صاحب او نورو معزز اراکینو دومره بحث اوکړو چه د خبرو کولو څه خاص حاجت نشته دے او پرون مازیګر که تاسو هغه جرګه پروګرام کتلے وی نو په هغے کښې ښه پوره په ډیټیلز باندے دوئ دومره ښکلے پروګرام پیش کړو چه زما په خیال څه پاتے په کښې نه دی۔ عبدالاکبر خان صاحب اووئیل چه زمونږه دوه خله حکومت کښې دا خبره شوے وه چه د صوبو حصه به آسی فیصد وی او د مرکز به بیس وی، نن مونږه د سینتیس نه پنتالیس پورے زورلګوؤنو زه وزیر خزانه صاحب ته وایم چه دا زمونږ پارلیمنټرین، زمونږه

ممبران تاسو سره ناست وو، دوئ ستا په شادی۔ مونږه ټوله اسمبلئ ، ټول اراکین ستا په شا یو اوداته یقین اوساته چه دا ټوله صوبه ستا په شا ده نو د جرات نه به کار اخلے ، هغه موسیٰ علیه السلام ته خپل امت اووئیل چه یره ته لاړ شه او دا فلانے ښار مونږ ته خالی کړه ۔ خدائے پاک ورته اووئیل بس ورشئ جهګړه اوکړئ او دا ښار به تاسو قبضه کړئ خو د موسیٰ علیه السلام قوم اووئیل چه نه داسے نه کوؤستا او ستا خدائے د ورشی،مونږه له د دا ښار خالی کړی او مونږه به ورته لاړ شو نو خدائے پاک هغوی له سخته سزا ورکړه۔ دا ګورے په دے نه کیږی، زه وزیر خزانه صاحب ته وایم چه په خپل مؤقف ښه کلک ولاړ یه، دے صوبے له به ښه حق راوړے او دا زمونږحق جوړیږی که هغوی په غربت باندے وائی نو غریبانان یو، که په ایریا وائی نو ایریا هم زمونږه د چانه کمه نه ده که نورے څه خبرے مخے ته راولی، ریونیو وائی نو ریونیو هم زمونږه د هیچا نه کمه نه ده، یو د Back wardness او ریوینو خبره دا کوم چه ګوره د بجلی څومره منافع ده زمونږه، زمونږه د تمباکو نه څومره سنټرل ایکسائز ډیوټی مرکز ته ځی نو دا څه کم شئے نه دے نو زه دا خبره کوم چه د وزیر صاحب په شا بالکل مونږه کلک ولاړ یو،دوئ د ښه خپل مؤقف بیان کړی۔ ټول د صوبو،څنګه چه دوئ ځی دغسے به د نورو صوبو نه هم راځی ،هغوی سره د یو مؤقف اختیار کړی د مرکز خلاف نه، دمرکز سره خبرو کښ او دا خپل مؤقف د ښه په سختئ باندے بیان کړی او د هغے نه پس خو چه دوئ خپلو کښ کینی نو دا خبره ورته وزیر صاحب کولے شی چه یره زمونږه صوبه ټولو کښ کمزورے ده، مونږه له لږه ډیره حصه راکړئ۔ د بجلی د خالص منافع خبره دا کوم چه تاسو اوګورئ، دا بجلی ګورے ډیره مونږه دلته جوړوؤ، په دے صوبه کښ که تاسو دا تربیله ډیم اوګورئ، که ورسک اوګورئ، که داسے نور اوګورئ نو دا د اوبو نه جوړیږی او په څوپیسو کښ مونږ ته یو یونټ پریوځی۔کراچئ کښ یا نورو علاقو کښ هلته د فیول نه، دتیلو نه دا بجلی جوړیږی او هغه ډیره ګرانه پریوځی خو مونږه چه کله هم بل راواخلو نو په هغے کښ ئے لیکلی وی سرچارج، ایډیشنل سرچارج او ورسره فیول سرچارج، نو دا فیول سرچارج چه دے کنه، دا آخر په مونږ ولے

راځی؟ په اوړی کښ زه پکے لګوم او بل په ماپسے د ائیر کنډیشنر راځی،دا زیاتے نه دے؟ یو مثال تاسو ته درکوم په شل روپئ ګز کپړا په کراچئ کښ ده خو چه دلته مونږه ته په ټرک کښ Loading and unloading هر څه کیږی، ټیکس پرے ورکړلے کیږی نو دلته مونږه ته په څلویښت روپئ ګز پریوځی خو ګورے چه کوم ریټ د بجلئ دلته دے، په هغے ریټ باندے په کراچئ کښ هم ملاویږی،په لاهور کښ هم په هغے ریټ ملاویږی نو کم ازکم مونږ صوابئ او هزارے چه کومه قربانی ورکړے ده، تاسو اوګورئ زمونږ ټوله زمکه سیب ده د تربیلے ډیم د وجے نه، د هزارے څومره په لکهونو خلق بے کوره دی او لا تر اوسه پورے بے کوره ګرځی۔ هغوی ته خاص معاوضه هم نه ده ورکړے شوے خو چه د ټولو نه زیات لوډ شیډنګ کیږی نو یا به صوابی کښ کیږی او یا به په غازی او په کلابټ کښ کیږی نو داسے خبرے دی سپیکر صاحب، چه مونږ دا وایو چه زمونږ وزیر صاحب یا دوئ سره خپل ټیم لاړ شی چه دوئ خپل مؤقف په ښه طریقه باندے بیان کړی۔ مونږ دوئ سره یو خو یو خبره کوم که چرے دوئ دے خپل مؤقف کښ لږ وروستو شو نو ګوره بیا به مونږ دا یوه خبره کوؤ:۔

؎ پریږده چه خړ سیلاب مے یوسی   په لامبوزن آشنا به ډیره نازیدمه

<u>جناب سپیکر:</u> شکریہ، شکریہ۔ رفعت اکبر سواتی صاحبہ۔

<u>محترمہ رفعت اکبر سواتی:</u> Thank you Mr. Honourable Speaker sir. جناب والا! کل کی بحث سننے کے بعد اور ڈاکٹر صاحب کو سننے کے بعد بھی گو کہ میرے پاس اشعار تو ہیں نہیں، ویسے اردو کے اشعار کا خوب سہارا لیتے ہیں، میں یہ کہوں گی کہ ہم اس دفعہ جو این۔ایف۔سی ایوارڈ کی بات کر رہے ہیں تو شاید ہم اس کو اتنی اہمیت نہیں دے رہے جتنی ہمیں دینی چاہئیے۔ سچ پوچھیئے تو ہماری سیاسی تقاریر این۔ایف۔سی ایوارڈ کا حل نہیں ہیں۔ اس مسئلے کو حل کرنے کیلئے ہمیں اور اقدام کرنے پڑینگے اور بڑی گہری سوچ سے یہ دیکھنا پڑے گا کہ آیا جو ہمارے ٹریژری بنچز والے ہیں، وہ مرکز کے ساتھ اپنا جو Liaison کر رہے ہیں یا جو ان کا رابطہ ہے، اول تو ہمیں پتہ نہیں ہے کہ وہ ہمیں اپنے ساتھ اس مشاورت میں شامل تو کرتے نہیں تا کہ پتہ چلے کہ وہ کیا بات کر رہے ہیں؟ مرکز کا کیا جواب مل رہا ہے؟ اگر کوئی Favorable اس کا جواب نہیں ہے

تواس کیلئے ہمیں کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟ جناب والا! میں یہ کہوں گی کہ اس وقت این۔ایف۔سی کے ایوارڈ کا فیصلہ ہونے سے پہلے ہمیں بہت سی مشاورت کرنی پڑیگی اور وہ بہت ضروری ہے۔ ہم تقاریر بہت عرصے سے کر رہے ہیں، کرتے بھی جاتے ہیں اور کرتے چلے جائیں گے لیکن کیا یہ کسی مسئلے کا حل بن پڑ رہا ہے یا نہیں؟ ہماری تو وہ مثال ہو گئی ہے جناب والا، کہ بلی کو دیکھ کر کبوتر آنکھیں بند کر لیتا ہے، دراصل اس کی آنکھیں بند کرنا اس کی بیوقوفی ہے اور اسکی اپنی بیوقوفی کی وجہ سے بلی اس کو کھا جاتی ہے تو ہم بھی اسی طرح سے اپنے آپ کو خود بخود پیش کر رہے ہیں کہ ٹھیک ہے، ہم نے خوف وخطرہ دیکھا ہے اور لکیر پیٹتے چلے جا رہے ہیں۔ میں ایک ہی جو بات سنتی آرہی ہوں کہ نیٹ ہائیڈرل پرافٹ مرکز مرکز مرکز، ایسا محسوس ہوتا ہے جناب والا، جیسے ہم لنگڑے لولے ہیں اور بیسا کھیوں کا سہارا لے رہے ہیں۔ ہمارے پاس اس صوبے میں اپنے تو نہ کوئی وسائل ہیں اور نہ ہم ان کو بروئے کار لا سکتے ہیں۔ ہم تو اتنے مفلوج ہو کر مرکز کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں کہ جیسے ہم اندھے اور لولے لنگڑے ہیں۔ مرکز ہمارے مدد نہیں کرے گا تو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ نیٹ ہائیڈرل پرافٹ ہمیں نہیں ملے گا تو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ اس کے علاوہ بھی ہمارے صوبے میں کچھ ایسے سلسلہ جات ہیں جن کو اگر ہم تھوڑا سا ٹیپ کریں تو ہم محسوس کرینگے کہ ہم جس نیٹ ہائیڈرل پرافٹ کی بات کر رہے ہیں تو اس کو سہارا دینے کیلئے کیونکہ ایک دم دیکھیں سر، ہتھیلی پہ سرسوں جمانی بہت مشکل ہے، اس پہ وقت لگے گا۔ بہت عرصے سے یہ سلسلہ چل رہا ہے بلکہ میں تو سمجھتی ہوں اس دفعہ ہمارے پانی اور بجلی کے وزیر صاحب نے جونیٹ ہائیڈرل پرافٹ میں Enhancement دی ہے، وہ ایک پہلا Step ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم نے یہ بھی دیکھنا ہے۔ مثال کے طور پر آپ جانتے ہیں کہ ہمارا صوبہ امیر نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہاں غربت بہت زیادہ ہے، بے روزگاری بہت زیادہ ہے، لاء اینڈ آرڈر کی Situation بھی آئے دن بنتی چلی جا رہی ہے، یہاں تک کہ ایبٹ آباد اور مانسہرہ جو بڑا پر سکون علاقہ تھا، وہاں بھی اغوا برائے تاوان ہو رہا ہے، کیوں ہو رہا ہے؟ کیونکہ Employment نہیں ہے۔ Crime rate کو آپ کیسے ڈراپ کر سکتے ہیں؟ آپ اسی وقت اپنے صوبے کی Economic condition کو ٹھیک کر سکتے ہیں جب آپ کا Crime rate نیچے آئے گا اور اس کو نیچے لانے کے لئے آپ نے اپنے صوبے کی Economy کو Viable and stable کرنا ہے۔ جناب والا! صوبہ سرحد میں ہمیں ایک

Subvention کی سہولت ملی ہے۔ اب اس کو ہم پوری طرح سے، دیکھیں جی، ایک صابن کو بیچنے کے لئے کتنا بڑا اشتہار دینا ہوتا ہے تو ہر چیز Commercialize بھی ہو گئی ہے اور بڑے ٹیکنکل گراؤنڈز پہ پیش کیجاتی ہے۔ کل میرے ایک برادر فرما رہے تھے کہ جناب، پنجاب والے تو پوری ٹیپ لے کر آئے ہوئے ہیں تو سرحد والوں کو کیوں سانپ سونگھا ہوا ہے، وہ کیوں نہیں کہہ سکتے کہ جناب عالی یہ تو ایک Eye wash ہے؟ افغان رفیوجیز جو ہمارے صوبے میں ایوب خان صاحب کے وقت سے آ رہے ہیں اور جا رہے ہیں تو یہ ہماری سوسائٹی کا، ہمارے سوشل آرڈر کا حصہ بن چکے ہیں۔ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ افغان رفیوجیز واپس چلے گئے ہیں۔ یقین کیجئے اگر ایک کیمپ خالی کرتے ہیں تو اگلے دن وہی لوگ ہمیں پھر یہاں نظر آ رہے ہوتے ہیں۔ وہ کہاں جاتے ہیں؟ آپ کے خیال میں ہمارے سکولوں میں جو بچے پڑھ رہے ہیں تو وہ ہمارے اس سسٹم میں رچ بس گئے ہیں تو سر، آپ موقع دیں گے تو بات کروں گی ورنہ۔

<u>جناب سپیکر</u>: نہیں نہیں، میں موقع دے رہا ہوں لیکن مجھے بھی سنئے نا کہ میں آپ سے کیا استدعا کرنے والا ہوں، آپ سے میں یہ استدعا کرنے والا ہوں کہ Repetition نہ ہو۔

<u>محترمہ رفعت اکبر سواتی</u>: جی، بالکل نہیں ہو گی۔

<u>جناب سپیکر</u>: افغان رفیوجیز اور اس کے Infrastructure وغیرہ کے ذکر سے میرے خیال میں اس ایوان کا وقت ضائع ہو رہا ہے۔

<u>محترمہ رفعت اکبر سواتی</u>: ہم تو ضائع نہیں کرتے سر، ویسے اگر آپ سمجھیں یا کوئی اور یہ سمجھے کہ ہم وقت ضائع کر رہے ہیں، ہم تو بخدا ایک Serious بات کر رہے ہیں۔ ہماری ان باتوں کو ہی بعض اوقات مذاق میں یا Repetition میں ڈالا جاتا ہے۔ بعض جگہ پر Repetition صرف مثال دینے کیلئے ہوتی ہے۔ میں اس Subvention کی اس لئے بات کر رہی ہوں کہ برائے مہربانی آپ مرکز کے ساتھ اس ایشو کو اٹھائیں۔ یہ صرف بات برائے بات نہیں ہے، انکو بتائیں کہ یہاں پر ہمارا Infrastructure افغان رفیوجیز کے آنے سے کئی سال پہلے سے ڈسٹرب ہو چکا ہے، اس کو Enhance کریں اس کو بڑھائیں، اس کو کم نہ کریں۔ دیکھیں جی، یہ ایسے ایشوز ہیں جن میں آپ کو کافی پیسہ مرکز سے مل سکتا ہے۔ ایک تو بات یہ ہو گی سر! آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ Repetition ہے، All-right I leave it اب یہ حکومت کا کام ہے کہ وہ اس ایشو

کو کس رنگ میں کس طرح لیتی ہے۔ یہ ہمارے پاس ایک بہت بڑا Edge ہے لیکن ہم اسکو نہ ٹیپ کر رہے ہیں، نہ Utilize کر رہے ہیں۔ دوسری بات جناب والا! میں یہ کرنا چاہتی ہوں کہ ہمارے پاس، پہلے بھی یہ بات Repeat ہو چکی ہے لیکن میں پھر کہوں گی کہ ہر دفعہ کی تقریر میں آپ لوگوں سے میری یہ request ہوتی ہے، اگر ٹریژری بنچز تھوڑی سی توجہ دے دیں تو بڑی مہربانی ہو گی۔

<u>جناب سپیکر</u>: میرے خیال میں متوجہ ہیں۔

<u>محترمہ رفعت اکبر سواتی</u>: تو ہمارے پاس اس وقت ایک Sick industry loom کر رہی ہے۔ آپ اس کیلئے مرکز سے بہت کچھ لے سکتے ہیں کیا مرکز نہیں چاہتا کہ صوبہ سرحد میں Industry ہو اور Flourish ہو؟ کیوں نہیں چلتی، اس کی reason میں نے یہ دی تھی، نہیں سر، آپ کہتے ہیں نہیں چلتی، آپ لوگوں کے پاس اصل میں دل ہی نہیں ہے، وہ Zeal ہی نہیں، وہ Enthusiasm ہی نہیں ہے۔ آپ نہیں چاہتے کہ یہ صوبہ چلے۔ آپ چاہتے ہیں کہ بیسا کھیوں پہ رہیں تو رہیں پھر آپ بیسا کھیوں پہ، انشاءاللہ تعالیٰ وقت آئے گا جب ہم ذمہ داریاں سنبھالیں گے تو ہم آپ کو دکھا دینگے کہ کیسے چلنا چاہیئے۔ یہ کوئی بات نہیں ہوئی کہ آپ کہتے چلے جا رہے ہیں کہ دیکھا جائے گا (تالیاں) جی ہاں، بالکل انشاءاللہ تعالیٰ، تو میں یہ سمجھتی ہوں کہ مرکز اس کیلئے گرانٹس بھی دے سکتی ہے اور جب میں بات کرتی ہوں انڈسٹری کے Sick ہونے کی، اسلامک بینکنگ اور بڑی بڑی آپ باتیں کرتے ہیں، تو آپ کیوں نہیں جو اتنا Interst ان کے اوپر لگا ہوا ہے، اس کو Waive کر دیئے؟ اس Interst کی وجہ سے لوگ انڈسٹری کی طرف نہیں آ رہے، سر اور پھر آپ نے خود مواقع فراہم کر دیئے ہیں تو آپ یہ تو دیکھیں کہ expertise آپ کے پاس ہیں یا نہیں ہیں؟ اور نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے صوبوں سے لوگ آتے ہیں اور یہاں انڈسٹری سیٹ اپ کرتے ہیں اور اس کے بعد جب کہتے ہیں کہ Sick ہو گئی ہے تو وہی مشینیں اٹھا کر اپنے صوبوں میں لے جاتے ہیں۔ تو کیا یہ غور طلب بات نہیں ہے؟ یا تو آپ کہیں کہ Corruption اور Nepotism کو آپ فروغ دینا چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے پھر یہ سلسلہ چلتا رہے گا لیکن اگر اپنے صوبے کیلئے آپ نے کوئی قربانی دینی ہے تو ان باتوں کو Seriously آپ لیں۔ تیسری بات سر، میں یہ کرنا چاہتی ہوں کہ 1991 میں ہمارا Indus water Accord sign ہوا تھا جسکے مطابق, Law Minister sahib! If you do not mind sir,

جسکے مطابق ہم سب لوگوں کیلئے، صوبوں کیلئے پانی Earmark ہو گیا تھا، Yes sir, اب دیکھئے سر، اس میں میرے خیال میں پندرہ ہزار کیوسک سے بھی بہت زیادہ ہمارے پاس پانی ہمارے حصے میں آتا ہے، آپ نے کیا اس Resource کو ٹیپ کیا ہے کہ ہمارے پاس اس کا Infrastructure نہیں ہے، ہمارے پاس انتظامات نہیں ہیں اور ہمارا وہی پانی باقی صوبوں کو جارہا ہے۔ تو جناب والا! اگر وہ جارہا ہے اول تو مرکز ہمیں Compensate نہیں کرے اس کیلئے اور اگر مرکز ہمیں Compensate نہیں کرتا تو وہ صوبے جو ہمارے حصے کا پانی لے جارہے ہیں، وہ ہمیں Compensate کردیں۔ ہم اس کی قیمت تو نہیں مانگ رہے ہیں تو یہ تو ایک Eye opener ہے آپ کیلئے آپ یہ سمجھیں کہ مرکز سے جب آپ باقی چیزوں کی بات کرتے ہیں تو آپ اپنے صوبے کی سالمیت کو بھی ذرا مد نظر رکھیں کہ اتنے کیوسک پانی جو ہمارا جارہا ہے دیکھیئے وہی پانی اگر ہمارے پاس آجائے تو ہم ایگریکلچر سیکٹر میں خود کفیل ہو سکتے ہیں لیکن اگر آپ ہی لوگ نہیں چاہتے کہ ہماری خود کفالت ہو تو ٹھیک ہے وہ پانی بہہ جائے۔ ویسے انور کمال مروت صاحب نے بڑی خوبصورت مجھ سے کل ایک بات کی تھی، کہنے لگے کہ جس کی جھولی میں سوراخ ہو، وہ بھیک بھی کیا مانگیں، وہ بھیک ان سوراخوں سے گر جاتی ہے۔ پہلے اپنی جھولیاں سی لیں۔ آپ لوگ دیکھیں کہ کہاں کہاں ہماری غلطیاں ہیں۔ یہ مقابلہ نہیں ہے، یہاں پر دیکھیں صوبے کے حقوق کے معاملے میں اپوزیشن ہے یا ٹریژری بنچز ہیں، ہمارا موقف ایک ہی ہے لیکن آپ لوگ پتہ نہیں کیوں اسے Lightly لے لیتے ہیں؟ ان چیزوں کو آپ Lightly نہ لیں۔ We are trying to give you indicators. We are trying to put it forward to you that these are yours resources. Why don't you tap them and if you tap these resources کوئی Reason نہیں ہے کہ آپ لوگ خود کفالت کی طرف نہیں آسکیں۔ تو میں سر، یہ کہنا چاہتی ہوں ان سے کہ فوری طور پہ اس پانی کیلئے انفراسٹرکچر ہو اور اگر نہیں ہورہا تو باقی Compensation جو اسکی مل سکتی ہے، وہ تو کم از کم لینی چاہیئے۔ آپکو پتہ ہے کہ اتنے پانی کیلئے اربوں روپے کی Compensation بنتی ہے تو آپ پھر وہ مرکز، مرکز، مرکز، نیٹ ہائیڈرل پرافٹ، پرافٹ، پرافٹ کو چھوڑ کر دیکھیں گے کہ ہم یہ بیساکھیاں پھینک دیں گے۔ ہم اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اپنے ان تمام مطالبات کو مرکز تب ہی پہنچا سکتے ہیں

کہ کم از کم جب ہمیں بھی اس میں شامل رکھیں، ہم سے چھپ چھپ کر آپ مرکز سے Liaison کر رہے ہیں تو اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہے کیونکہ ہم مرکز پہ خود بھی Prevail کر سکتے ہیں۔ ہم ان سے کہہ سکتے ہیں کہ اسی اسمبلی میں ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ اگر ہماری بات سنی جائیگی تو میں آپ سب لوگوں سے استدعا بھی کرتی ہوں سپیکر صاحب کے توسط سے، ان کی مہربانی سے، کہ Please اپنے Resources کو Tap کریں اور پھر کہیں کہ بھئی مرکز ہماری کیسی مدد کرے گا۔ شکریہ سر۔

Mr. Speaker: Thank you.

جناب اکرام اللہ شاہد (ڈپٹی سپیکر): جناب سپیکر! زه Call Attention move کومه جی۔ پرون تاسو بحث چه دے داپه واپډا لیبریونین والا ----(قطع کلامی)

جناب سپیکر: په دے خو ماته نن چه کوم دے، دا دغه ----

جناب ڈپٹی سپیکر: عبدالاکبرخان زما خیال دے، تحریک پیش کړے دے او دے واپډا یونین والا ډیر لوئے جلوس ویستلے دے، د دے واپډا د نجکاری خلاف۔

جناب سپیکر: تحریک التواء دے، مطلب دا دے، سبا دپاره به --------

جناب ڈپٹی سپیکر: سبا دپاره تاسو دغه کړی دی۔

جناب سپیکر: او جی، سبا دپاره۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ټهیک شو، سر۔

جناب سپیکر: میاں نثار گل صاحب۔

میاں نثار گل: شکریہ، جناب سپیکر۔

جناب سپیکر: میاں نثار گل صاحب، کل آپ غیر حاضر تھے۔ میں نے بار بار پکارا لیکن آپکی عدم موجودگی ہم شدت سے محسوس کر رہے تھے۔ بس، پانچ منٹ۔

میاں نثار گل: جناب سپیکر! کل جو میں گیا تھا تو این۔ ایف۔ سی ایوارڈ کے متعلق بہت ضروری سا مسئلہ تھا، ہمارے علاقے میں جو گیس نکلی ہے، اسکے متعلق جلسے جلوس تھے، میں انکو Convince کرنے گیا تھا اور انشاءاللہ یہ باتیں پھر این۔ ایف۔ سی ایوارڈ کے ساتھ آتی رہینگی جی۔ شکریہ، جناب سپیکر، جناب سپیکر! آج

جو موضوع ہے این۔ایف۔سی ایوارڈ این۔ایف۔سی ایوارڈ پہ حقیقت میں اس سے پہلے میرے ساتھی انور کمال خان پرسوں اس پہ کافی مدلل تقریر کرچکے ہیں اور اسکے بعد بشیر بلور صاحب، عبدالاکبر خان صاحب اور آج ڈاکٹر سلیم صاحب نے تقریر کی تو مجھے تو اس پر بولنے کی جلدی بھی ہوتی ہے کہ میں اس پہ بولوں گا کیا؟ لیکن پھر بھی یہ حق رکھتا ہوں کہ این۔ایف۔سی ایوارڈ میں اپنے جو میرے خیالات ہیں، وہ آپ کے سامنے لاؤں۔جناب سپیکر! جب 1947 میں پاکستان بنا تھا تو اسکا مطلب تھا کہ لا الہ الا اللہ اور پاکستان میں ہمارے چار بھائی تھے، وہ چار بھائی، ہم صوبہ سرحد کے رہنے ولے ہیں، کوئی پنجاب کا رہنے والا ہے۔

آوازیں: پانچ بھائی۔

میاں نثار گل: نہیں، جب پاکستان بن رہا تھا تو ہم پانچ بھائی تھے، Sorry بنگلہ دیش، یہ سوری ابھی ہم چار بھائی اسکے ہیں، جس طرح سے (شور)

جناب سپیکر: پلیز بات کرنے دیں۔پلیز، پلیز جی، میاں صاحب۔

میاں نثار گل: جب پاکستان بنا تھا تو اس میں جو وسائل تھے وہ وسائل ہم چار بھائیوں میں اسی سوچ سے مساوی تقسیم ہونگے اور ہمارے اس کے ساتھ مسائل حل ہونگے جناب سپیکر، 55 سال سے اسمبلیوں میں بحث اس پہ ہو رہی ہے کہ ہمارا صوبہ پسماندہ ہے، ہمارا صوبہ غریب ہے، ہم لوگ بے روزگار ہیں اور شکر الحمد اللہ اس میں جس پارٹی کے بھی لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، سب کا یہ اظہار ہے کہ ہمیں جو ہمارے وسائل ہیں، جس طرح ہماری بجلی ہے، جس طرح ہمارا تمباکو ہے، جس طرح ہماری معدنیات ہیں، یہ سارے ذخائر صوبہ سرحد میں ہیں لیکن آج آپ صوبہ سرحد پہ نظر دوڑایں، آپ جدھر بھی جائیں، بجلی کیلئے لوگ چیخ رہے ہیں، آپ جدھر بھی جائیں، روڈز ہمارے خراب پڑے ہیں، آپ جدھر بھی جائیں، میں جس حلقے سے تعلق رکھتا ہوں، جس ضلع سے تعلق رکھتا ہوں، آج 55 سال گذرنے کے باوجود بھی ہم تالابوں کا پانی پیتے ہیں ۔ہمارا گلہ کسی سے بھی نہیں ہے۔جب ہمارے پاس وسائل نہیں ہیں تو ہم لوگوں کے مسائل کس طرح حل کرینگے؟ جناب سپیکر! آپ دیکھیں کہ اس پہ جلسے بھی ہوتے ہیں، جلوس بھی ہوتے ہیں لیکن ہمیں کچھ بھی ابھی تک نہیں دیا گیا۔شکر الحمد اللہ ابھی سراج الحق صاحب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ جو چار جگہوں پر شوکت عزیز صاحب آتے ہیں، میٹنگ کرتے ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ چار بھائیوں کو Convince کیا جائے۔

مرکز گھرانے کا سربراہ ہوتا ہے، اسکے پاس چار بھائی، جس طرح میں مثال دیتا ہوں ایک گھرانے کی کہ اگر ایک گھرانے میں چار بھائی رہتے ہوں اور ان کو مساوی تقسیم نہ ملے تو اسی گھرانے کا ایک بھائی بغاوت کر لیتا ہے اور اس بغاوت سے پھر یہ ہوتا ہے کہ وہ گھر تقسیم ہو جاتا ہے اور وہی تقسیم برادریوں کو تقسیم کرتی ہے ۔جناب سپیکر! بات یہ ہے۔۔۔۔۔

جناب خلیل عباس خان: ایک چلا گیا۔

جناب سپیکر: Interruption نہ کریں، پلیز خلیل عباس صاحب!

میاں نثار گل: اور اسی غیر منصفانہ تقسیم کی وجہ سے، خلیل عباس صاحب نے بڑا اچھا پوائنٹ اٹھایا کہ ایک بھائی ہم سے علیحدہ ہو گیا۔ عبدالاکبر خان صاحب جب پرسوں کہہ رہے تھے، کہ ہمیں مجبور نہ کیا جائے کہ ہم بندوق اٹھائیں، ہمیں مجبور نہ کیا جائے کہ ہم اپنے حق کیلئے لڑیں۔ دلائل پہ ہم آپ کو Convince کرتے ہیں کہ آپ ہمیں اپنا حق دیں۔

جناب سپیکر: یہ خود نہیں اٹھائے گا لیکن آپ کو اکسا رہا ہے۔

میاں نثار گل: جی؟

جناب سپیکر: وہ نہیں اٹھائے گا۔

میاں نثار گل: نہیں، ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آج ہمیں 37% مل رہا ہے، کل ہمیں 45% ملے گا۔ جناب سپیکر! میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ 45% سے ہمارے یہ مسائل حل ہو سکتے ہیں؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ہم یہ چاہتے ہیں کہ بجلی کی جتنی رائلٹی ہماری ہے، وہ ہمیں دی جائے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تمباکو سے جو ہمیں ملتا ہے، وہ ہمیں چاہیئے جناب سپیکر! میں آپ کو مبارکباد دینا چاہتا ہوں کہ ابھی جنوبی اضلاع میں گیس کے ذخائر اور تیل کے ذخائر نکل آئے ہیں۔ ہم اگر ان کیلئے نہیں لڑیں گے تو ہم سو سال تک یہی سوچتے رہیں گے کہ ہمیں ملنا چاہیئے یا نہیں، ہمیں اپنا حق حاصل کرنا چاہیئے اس سوچ سے کہ 45%، سراج الحق صاحب نے ہمیں کہا کہ 45% پلس، ہم یہ کہتے ہیں کہ پچیس سال ہمارے ساتھ مہاجرین رہ چکے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ دیکھیں کہ برف کے پہاڑ ہمارے ہیں اور اسی سے سندھ، ستلج وغیرہ سارا پانی ادھر جاتا ہے۔ ہم یہ کہتے

ہیں کہ تمبا کو ہمارا ہے، ہم یہ کہتے ہیں کہ بجلی ہماری ہے تو ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ تھوڑا حق ہمیں زیادہ ملنا چاہئیے ۔جناب سپیکر! میں سراج الحق صاحب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں، اس سوچ کے ساتھ کہ جب اسمبلی میں اٹھتے ہیں تو ممبران اسمبلی کو اپنے دلائل سے، تقریر سے Convince کر لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: شاہ راز خان! وہ سراج الحق صاحب کو تحسین پیش کر رہے ہیں اور آپ نے ان کو باتوں میں مصروف رکھا ہوا ہے۔

میاں نثار گل: نہیں، سراج الحق صاحب کو یہ خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ جب اسمبلی میں وہ اٹھتے ہیں اور کوئی سوال جواب کرتے ہیں تو ممبران اسمبلی کو Convince کر لیتے ہیں۔ میں خراج تحسین سراج الحق صاحب کو اس وقت پیش کروں گا کہ جب وہ شوکت عزیز صاحب کو Convince کر لیں اور اپنے اس صوبے کا حق ان سے لے آئیں (تالیاں) پھر میں یہ کہوں گا کہ سراج الحق صاحب، ہم ان کے ساتھ ہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ جتنے بھی یہاں کے ممبران اسمبلی ہیں، جتنے بھی بیٹھے ہوئے ہیں اور جتنی تعداد میں بھی بیٹھے ہوئے ہیں، اگر یہ چھٹے ایوارڈ پہ، این۔ایف۔سی ایوارڈ پہ بات بھی ہو رہی ہے تو میرے خیال میں یہ تو آواز ہے جس طرح بشیر بلور صاحب نے کہا کہ ہم تو قرارداد پیش کرتے رہتے ہیں لیکن اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ میں تو یہ Suggest کرتا ہوں کہ کم از کم اگر اٹک تک ہم نہیں جا سکتے تو اسمبلی کے باہر تک تو ایک واک آوٹ کر لیں کہ ہاں ہم این ایف سی ایوارڈ پر ایک ہیں۔ شکریہ، جناب سپیکر۔

جناب سپیکر: نسرین خٹک صاحبہ، مختصر۔

مولانا محمد مجاہد خان الحسینی: جناب سپیکر صاحب! میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نثار گل صاحب نے کہا کہ ان کو قائل کر دیں جب مرکزی وزراء قائل ہی نہیں ہوتے اور نہ ان میں یہ لیاقت ہے کہ وہ قائل ہو جائیں تو ہمارے پاس پھر کیا چیز رہ جاتی ہے؟

محترمہ رفعت اکبر سواتی: لیاقت کی بات کر رہے ہیں مجاہد صاحب، یہ غلط بات ہے۔ سر! دیکھیں یہ ایسی باتیں نہ کریں۔

جناب سپیکر: نسرین خٹک صاحبہ۔

محترمہ نسرین خٹک: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ آنریبل سپیکر سر! سب سے پہلے آپ کا شکریہ کہ آپ نے اس اہم موضوع پہ کچھ باتیں کرنے کا موقع دیا۔ چونکہ آپ نے کہا کہ مختصر بات ہو تو انشاءاللہ مختصر بات ہی ہوگی۔ جناب سپیکر صاحب! اگر دیکھا جائے تو 1947 دسمبر میں سر جیرمی کے پہلے فنانشل مالیاتی ایوارڈ کے بارے میں ذکر ہوا تھا، ستم ظریفی یہ دیکھئے کہ اب لگ بھگ پچاس سال گذرنے کے بعد بھی ہم جو بات کر رہے ہیں، وہ ایک Dis-satisfaction ہے اور احساس محرومی کی ہے۔ جناب سپیکر صاحب! ہم لوگوں نے بطور اپوزیشن حکومت کا بھرپور ساتھ دیا ہے اور میرے خیال میں اس بات کی ستائش حکومت کرے کہ مئی میں اس اسمبلی میں ایک Unanimous Resolution پاس ہوا تھا اور وہ این ایف سی کے۔۔۔۔۔

(مداخلت)

جناب سپیکر: جی، Carry on۔

محترمہ نسرین خٹک: پچھلے مئی کے اجلاس میں اسی اسمبلی میں ایک Unanimous Resolution پاس ہوا تھا جو ہمارے وکیل، اب سراج الحق صاحب ہمارے وکیل کا کردار ادا کرینگے، وہ ان ہی کے ہاتھ مضبوط کرنے کیلئے ایک بہت بڑا اقدام ہے۔ جناب سپیکر صاحب! تھوڑی سی تجاویز دینا چاہونگی۔ اعداد وشمار سے ہٹ کر اگر دیکھا جائے تو اس Unanimous Resolution کو بنیاد بنا کر آپ دیکھیں کہ میرے پاس یہ ایک ٹیبل ہے اور یہ جو ٹیبل ہے یہ ایک انتہائی اہم ٹیبل ہے جو کہ صرف صوبہ سرحد میں نہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پہ بھی دیکھی گئی ہے۔ یہ ٹیبل ہے شرح غربت کی، میں اس کی صرف ایک لائن بڑے مختصر انداز میں دوں گی اور جناب سراج الحق صاحب اگر چاہینگے تو میں انہیں بھی Pass on کر دوں گی۔ اسے کہتے ہیں Incidence of poverty، پاکستان میں اگر دیکھا جائے تو یہ 32.2% ہے، پنجاب میں 33.0 ہے، سندھ میں 26.2 ہے، بلوچستان میں 22.8 ہے اور صوبہ سرحد 44.9 ہے۔ جناب سپیکر صاحب! میں یہ کہنا چاہونگی کہ یہاں پہ Divisible pool کا ذکر ہوتا ہے تو اسی صوبائی اسمبلی میں 1996 کے حوالے سے Divisible pool پہ تشویش کا اظہار کیا گیا تھا، اسمیں 62.5% مرکز کو جارہا تھا اور بشمول صوبہ سرحد 37.5% صرف صوبوں کو جارہا تھا۔ جناب سپیکر صاحب! جبکہ اتنے دلائل دودنوں میں سامنے آگئے ہیں تو اب جناب سراج الحق صاحب کے میرے خیال میں ہاتھ کافی مضبوط ہو چکے ہیں لیکن ایک دوست وہی ہوتا

ہے جو سخت بات کردے دشمن آپکی رہنمائی کیلئے کبھی بھی سخت بات نہیں کریگا۔خدارا جب آپ وفاق میں جائیں اور ہمارا Case plead کریں تو اس بات کا ضرور خیال رکھیں کہ کہیں سے وہ اٹھ کر یہ نہ کہے کہ اے۔ڈی۔پی کے حوالے سے تو آپ نے احساس محرومی اپنی صوبے میں پیدا کر دی ہے، اوروں کو نصیحت، اب آخری جملہ آپ خود Complete کر دیں۔شکریہ۔

جناب سپیکر: تھینک یو۔مولانا حقانی صاحب! آپ بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

مولانا امان اللہ حقانی: ایک دو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: ایک دو باتیں، بس مختصر کریں تاکہ سراج الحق صاحب کو ہم دعوت دیں۔پھر اے۔ڈی۔پی پہ بات ہو گی، ٹی بریک کے بعد۔

مولانا امان اللہ حقانی: بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ شکریہ، جناب سیکر صاحب! زه خو جی کوشش کوم چه تکرار ورکښ اونه شی او داسے خبرے چه مخکښے وړاندے شوی دی ، دهغے د ذکر ضرورت نشته خو جی د ټولو نه زمونږ د وطن او د ملک بدقسمتئی خبره دا ده چه زمونږ ملک کله آزاد شوے دے ، جوړ شوے دے نو تر اوسه پورے ، دا اوس شپږم ایوارډ ، دا به اناؤنس کیږی او انډیا کښ چه هر پنځه کاله پس پوره په ترتیب سره او په طریقه سره هغوی خپل ایوارډ اناؤنس کوی نو زمونږ په ملک کښ دا یو ډیره غټه مسئله ده او ددے وجے نه زمونږ صوبه او دے بعضو صوبو کښ چه پسماندګی ده، دهغے اصل وجه هم دا ده ۔ جناب سپیکر صاحب! زمونږ په دے ملک کښ جمهوری حکومتونه هم تیر شوی دی خو زما ورور عبدالاکبرخان صاحب موجود نه دے ما خو دهغوی نه استفسار هم کولو، ښه ناست دے ، دوئ پرون په جرګے پروګرام کښ هم اظهار خیال کړے دے خو ما جرګه پروګرام Attend کړے نه دے نو دوئ دا خبره اوکړه، زما ورور چه یره وړاندینو حکومتونو کښ، جمهوری حکومتونو کښ به 80فی صد صوبو ته ملاؤیدله او 20فی صد به Divisible pool نه، مرکز سره به وه نو زما په خیال دا خبره که مونږ ته په ثبوت سره اوښودلے شی نو دا خبره به زمونږ دپاره قابل اطمینان وی۔ بله خبره دا چه غلام اسحاق خان چه کله دپی پی پی

گورنمنټ Dissolve کولو، د بینظرے حکومت ئے ختمولونو هغه یو وجه دا وئیلے وه چه د این۔ایف۔سی کانو کیشن ئے او نه کړو، این۔ایف۔سی ایوارډ دپاره دوئ اجلاس اونه کړو او نه ئے دا اناؤنس کولو نو ددے مطلب دا دے چه د پخوانی جمهوری حکومتونو نه دا خبره راروانه ده، دا د پیسو چه دا دومره غټ ډیرے چه جمع شوے دے نو دا صرف په یو کال کښې جمع شوے دے، دا ډیر وړاندے نه دا مسئله زمونږ قوم ته راپیښه ده۔ پکار دا دی چه زمونږ حکومت اوس په دے کښې انشا ء الله مخلص دے په دے وجه باندے هغوی د مختلفو پارټو نه مشران راغونډ کړی دی او جرگه ئے جوړه کړے ده ورنه تاسو اوگورئ وړواندینو حکومتونو کښې داسے هم شوی دی چه میر افضل خان د اوبو په مسئله باندے، مرید کاظم صاحب پرون خبره اوکړه، د اوبو په مسئله باندے چه یره دا اوبه چه کوم بالکل مفت نورو صوبو ته ملاویږی، زمونږ اوبه هغوی استعمالوی نو دا ولے کیږی؟ داظلم کیږی نو زه وایم چه دا ولے استعمالوی؟ دا دیو فارمولے دلاندے استعمالوی اوپه هغه فارموله باندے دستخط چاکړے دے؟ نو دا د میرافضل خان په دور کښې هغه خپله اووئیل چه زه په دے فارموله باندے دستخط نه کوم خو زمونږ د دے صوبے وزیر په هغے باندے دستخط اوکړو، هغه اوبه زمونږه مفتے ځی نو زه وایم چه دغه مسئلے دی دا مونږ ته د پخوا نه په میراث کښې ملاؤ شوی دی نو اوس مونږ او تاسو له او دے اسمبلی له پکار دی چه دا په افهام تفهیم سره، مرکز سره د تصادم لاره هم اختیار نه شی او انشاء الله زمونږه امید دے چه زمونږه حکومت کوم طریقه کار اختیار کړے دے، انشاءالله هغه به د صوبے دپاره چه کوم حقوق دی او د مرکز سره زمونږ څومره پیسے جمع شوی دی، انشاء الله دهغے نه به زیاته حصه زمونږ صوبے ته راوړی۔

<u>جناب بشیر احمد بلور:</u> *میں عرض کرتا ہوں ۔ سپیکر صاحب!* دوئ خبره اوکړله، صرف د Clarification دپاره داخبره کوم چه میر افضل خان کوم وخت کښې وزیر اعلیٰ

وو، هغوی پرے هم دستخط، وزیراعلیٰ صاحبانو پرے دستخطونه نه وو کړی، صرف هغه Concerned منسټرانو او فنانس منسټر په هغے Accord بیا دستخطونه کړی دی او په دے مونږ فخر کوؤ چه هغه وخت کښ دا فیصله شوے وه، پاکستان چه کله نه وو جوړ، 1992 پورے د اوبو فیصله نه وه شوے نو مونږ اوس وایو، زما دے خور هم اووئیل او ما هم هغه بله ورځ وئیلی وو چه پندره یا باره لاکھ کیوسک اوبه چه دی، پنجاب استعمالوی، مونږ دے خپل وزیر ته دا بار بار وایو چه مونږ تا سره په دے کښ Cooperation کوؤ، زما ورور پاڅیدو او البته په اپوزیشن باندے Criticism کوی چه یره دوئ دا غلطه وئیلی وو، دا آن ریکارډ دے ۔ ماسره اوس هغه کاغذ نیشته زما خیال دے چه زما --------

جناب سپیکر: بشیر بلور صاحب! زما په خیال -----

جناب بشیر احمد بلور: نه جی، عرض کوم، زه تاسو ته عرض کوم ۔ د تهی بریک نه پس زه به تاسو ته هغه اوښایم چه 20%او 80%وو، هغه به لیکلی هم دوئ ته زه اوښایم خو ورسره هغے کښ دا هم شته چه هغے کښ کسټم ډیوټی نه وه نو کسټم ډیوټی نه وه نو کسټم ډیوټی چه حکومت پکښ Include کړه نو هغوی دا کم کړو نو جهګړه زمونږه دا ده چه مونږ ته زیاتے ملاؤ شی نو چه زیات ملاؤ شی نو مونږ ته پته ده چه د صوبے حکومت ته به ملاویږی ، Development به دوئ اوکړی نو خلق به د دوئ ستائنه کوی ۔ مونږ دوئ سره Cooperation کوؤ البته دوئ هغے زړو خبرو باندے خبرے کوی نو مونږ ورته دا وایو چه داوبو فیصله، ما خو اوس هم Request کړے دے، پرون په جرګه کښ مے هم Request کړے دے وزیر صاحب ته، چه خپلے د اوبو پیسے خا مخا ترے واخله ۔ زمونږه او به هغوی استعمالوی او مونږ ته د هغے هیڅ رائلټی نه ملاؤیږی نو مونږ خو دا وایو چه د هغے اوبو پیسے مونږ ته پکاردی چه را ئے کړی او په دے فخر کوؤ چه زمونږ دور کښ د دے اوبو فیصله شوے ده چه مونږ پنځلس لاکھ، پندره لاکھ کیوسک اوبه چه دی، پندره هزار کیوسک فیټ زمونږ حصه وه، هغه هغوی استعمالوی، مونږ ته د پیسے را کړی ۔ دا خو مونږ د هغه وخت نه ژاړو لګیا یوؤ ۔

جناب عبدالاکبر خان: جناب سپیکر صاحب ! Point of Personal Explanation زما خیال دے جی، چه په دے اسمبلئ کښې چه مونږه خبره کوؤ نو هغه ډیر Authentic او ډیر سوچ نه پس، مطلب دا دے ، Study ورته کوؤ جی، دا خو پنځم روان این۔ایف۔سی ایوارډ ، څلورم ایوارډ چه کوم وؤ، چوتها نیشنل فنانس ایوارډ ، هغه د ممبرصاحب راوباسی، هغے کښې به ورته پخپله پته اولګی چه دا 80 او 20 دی او که نه دی؟ خو جی، دا سے خبرے نه وی پکار۔

مولانا امان اللہ حقانی: ما صرف د جمهوری حکومتونو خبره کړے ده چه دوئی اووائیل چه ټولو جمهوری حکومتونه کښې دا۔

جناب سپیکر: څه اوکړو ،ټی بریک نه ورستو دغه اوکړو جی ؟

جناب عبدالاکبر خان: ټی بریک نه پس زما خیال دے حاضری دومره زیاته نه وی، حاضری دے وخت کښې برابره ده۔

جناب سپیکر : سراج الحق صاحب،جناب سراج الحق صاحب۔

جناب سراج الحق (سینئر وزیر خزانہ): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قابل احترام سپیکر صاحب اور معزز اراکین صوبائی اسمبلی! اب تک ایک سو چوبیس میں سے سترہ ارکان نے این ایف سی ایوارڈ پر بات کر لی ہے۔

جناب سپیکر: زیادہ ہے میرے خیال میں، نہیں زیادہ ہے۔

سینئر وزیر خزانہ: اگر ان دو کو شامل کیا جائے بلکہ انیس، انیس، بہر حال مجھے خوشی ہے کہ ان گذشتہ دنوں میں جب سے اجلاس شروع ہوا ہے محترم انور کمال خان صاحب نے انتہائی جذباتی انداز میں، بشیر بلور صاحب نے بڑے استدلالی انداز میں، عبدالاکبر صاحب نے بڑے قانونی انداز میں اور سکندر شیر پاؤ صاحب، نادر شاہ، مشتاق احمد غنی، مرید کاظم صاحب، خلیل عباس، جمشید خان، زر گل خان، شہزادہ گستاسپ، ارشد خان، مظہر علی شاہ، حبیب الرحمان خان، مہابت شاہ، ڈاکٹر سلیم صاحب، میاں نثار صاحب، رفعت اکبر سواتی صاحبہ۔

جناب سپیکر: مہابت شاہ نہیں ہے، امانت شاہ صاحب، امانت شاہ۔

سینئر وزیر/وزیر خزانہ: امانت شاہ صاحبہ۔ (تالیاں، قہقہہ) اچھا، پورا نام تو مولانا امانت شاہ صاحب ہے۔

جناب سپیکر: مولانا امانت شاہ صاحب۔

سینئر وزیر/وزیر خزانہ: Sorry جی، حضرت مولانا امانت شاہ صاحب۔ اس کے علاوہ رفعت اکبر سواتی صاحبہ، نسرین خٹک صاحبہ اور جناب حقانی صاحب۔

Mr Speaker: Order please.

جناب انور کمال خان: جناب سپیکر! جبل صاحب کی بات ثابت ہو گئی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم برابر ہیں، تو کیا فرق پڑتا ہے؟ (قہقہہ)

سینئر وزیر/وزیر خزانہ: جناب سپیکر! اگر اس طرح پانچ سال یہ ایوان پورا کرے تو صاحب اور صاحبہ کا یہ جو فرق ہے، انشاءاللہ یہ آہستہ آہستہ، میں یہاں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تمام ممبران اسمبلی نے بڑی تیاری کے ساتھ اس موضوع پر گفتگو کی ہے اور میں اس سے بالکل اتفاق کرتا ہوں کہ ان کی گفتگو سے اور ان کے جذبات سے اور اظہار خیال سے ہمیں رہنمائی ملی ہے اور بہت سارے ایسے گوشے تھے جو ان تقاریر کے نتیجے میں ہمیں ملے ہیں اور عیاں ہوئے ہیں، آپکو معلوم ہے جناب سپیکر صاحب، کہ اس وقت دنیا میں تمام تر Activities بلکہ جنگوں کا، دوستوں کا اور آپس میں رشتوں کا بنیادی مرکز اقتصادیات ہیں۔ جنگ عظیم سے لیکر آج تک جتنی جنگیں ہوئی ہیں، ان میں بھی بنیادی مرکز اس ملک کا اپنا اقتصادی ہدف تھا۔ روس نے اگر افغانستان پر حملہ کیا تھا تو اس کا مقصد بھی گرم پانی تک پہنچ کر اپنی اقتصادیات کو بہتر بنانا تھا۔ اگر آج امریکہ نے عراق پر اور افغانستان پر قبضہ کیا ہے تو اسمیں بھی اس کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ اس ریجن کی اقتصادیات پر قبضہ کر کے اپنی اقتصادیات کو بہتر بنایا جائے۔ محترم سپیکر صاحب! آج سے چودہ سو سال قبل نبی مہربان محمد مصطفےٰ ﷺ نے فرمایا تھا کہ غربت انسان کو کفر تک لے جاتی ہے اور اس نے فقر کو اختیار کیا تھا لیکن غربت سے پناہ مانگی ہے اس لئے کہ غربت انسان کو غلامی پر مجبور کر لیتی ہے اور غربت ایک ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے مقصد کو اپنے نظریات کو چھوڑنے پر کبھی کبھار مجبور ہو جاتا ہے۔ ہمارے اس ملک میں قانون کی بالادستی کے علاوہ جو سب سے بڑا مسئلہ ہم سمجھتے ہیں، وہ غربت ہے اور غربت کی وجہ سے کرپشن میں اضافہ

ہوا ہے، غربت کی وجہ سے ہمیں سود دینا پڑتا ہے اور غربت ہے بھی اس لئے کہ وسائل کی شروع ہی دن سے غیر منصفانہ تقسیم کی گئی ہے اور غیر منصفانہ تقسیم کیوجہ سے مشرق پاکستان بالاخر بنگلادیش بن گیا جسکو پھر Exploit کیا گیا اور ملک دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ 1970 میں چونکہ انہی وجوہات کی وجہ سے ملک دو حصوں میں تقسیم ہوا لیکن یہ اللہ کا شکر ہے کہ الیکشن ہوا، اس کے نتیجے میں اسمبلی اور آئین وجود میں آیا اور 1970 کا آئین میں سمجھتا ہوں ایک مقدس دستاویز ہے، پاکستان کے چودہ کروڑ عوام کیلئے، اس پر متفقہ طور پر دستخط کر دیئے گئے اور آج اگر ہم این۔ ایف۔ سی کے ایوارڈ میں اپنے حقوق کا مطالبہ کر رہے ہیں تو یہ کسی دیوانے کی بڑ نہیں ہے بلکہ یہ اس آئین کا تقاضا ہے اور اس آئین پر عمل درآمد کرنے کے لئے ہم یہ مطالبہ کر رہے ہیں۔ محترم سپیکر صاحب، جس طرح میرے دوستوں نے ذکر کیا ہے کہ این۔ ایف۔ سی کا جو گزشتہ ایوارڈ تھا وہ پانچواں ایوارڈ تھا، صوبوں میں وسائل کی تقسیم جس طرح کی گئی اور پھر مرکز اور صوبوں میں وسائل کو جس بنیاد پر تقسیم کیا گیا اس سے ہمارے ملک خصوصاً صوبہ سرحد کو معاشی Stability نہیں ملی ہے اور آپکو معلوم ہے کہ مرکز نے 62.5 حصے پر قبضہ کر لیا اور 37.5 کا ایک تھوڑا سا حصہ چاروں صوبوں میں تقسیم کیا گیا اور پھر ہوا یہ کہ صوبوں میں وہ تقسیم بھی آبادی کی بنیاد پر ہوئی چونکہ صوبہ سرحد میں آبادی کم ہے ، بلوچستان کے بعد کم آبادی والا صوبہ ہے اس لئے ہمیں بہت کم حصہ ملا۔ جناب سپیکر صاحب، جو Divisible Pool اور Subvention ہے تو ان اصطلاحات سے اب پاکستان کا بچہ بچہ آشنا ہو گیا ہے ۔ لیکن میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو Divisible Pool ہے، یہ وہ سرمایہ ہے جو کل مالیاتی ہمارا فنڈ ہے، اس کو تقسیم کیا جاتا ہے اور اس کے بنیاد پر جو سپیشل گرانٹ ہمیں دی گئی ہے، میں اسمبلی کی علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ وہ ہمارے لئے Cap کی گئی ہے، صرف تین ارب جبکہ چار ارب بلوچستان کو دیئے گئے اور تین ارب ہمیں دیئے گئے لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ پانچویں ایوارڈ کے تحت 97-1996 سے لیکر پانچ سالوں میں جو ہمارا حق بنتا تھا وہ 136 بلین روپے بنتا ہے لیکن ہمیں دیئے گئے ہیں صرف 82.3 بلین اور اس طرح Subvention اور سپیشل گرانٹ میں جو ہمارا کل حصہ بنتا تھا پانچ سالوں کا، وہ 20.6 ہے جبکہ ہمیں ملا ہے صرف 18.3، میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پانچویں ایوارڈ میں جو فیصلے کئے گئے، مرکزی حکومت نے اس پر بھی کماحقہ انداز سے عمل درآمد نہیں کیا۔ محترم سپیکر صاحب! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے

جب سے حکومت سنبھالی ہے اور ہمیں اس مسئلے کا سامنا ہوا، اللہ گواہ ہے کہ ہم نے سیاسی دکان چمکانے کی کوشش نہیں کی ہے بلکہ اسمبلی سے باہر اور اسمبلی کے اندر تمام لوگوں سے ہم نے مشورے لیئے ہیں۔ گزشتہ بجٹ کے بعد میں نے اپنے دفتر میں سابق وزرائے خزانہ، جناب حاجی محمد عدیل صاحب، نوابزادہ محسن علی خان صاحب کو، افتخار خان مہمند صاحب اور فرید الرحمان صاحب کو بلایا۔ علاوہ ازیں میں نے سلیم سیف اللہ صاحب، سردار مہتاب صاحب کو بھی دعوت دی اس لئے کہ میں ان کے ساتھ شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد قومی اسمبلی اور سینٹ میں صوبہ سرحد سے تعلق رکھنے والے جتنے بھی ممبران تھے، ہم نے انکو بلایا اور مجھے خوشی ہے کہ ان سینیٹرز کے ساتھ اور قومی اسمبلی کے ممبران کے ساتھ ساتھ اس اسمبلی میں جتنے بھی اپوزیشن لیڈرز تھے، وہ بھی اسمیں شریک ہوئے۔ ہمارے مرکزی قائدین قاضی حسین آحمد صاحب اور جناب اسفندیار ولی خان صاحب بھی شریک ہوئے۔ انہوں نے اس بحث میں حصہ لیا۔ آفتاب شیر پاو صاحب کو بھی میں نے اس جرگے میں اس کانفرنس میں بلایا تھا، بوجوہ وہ تشریف نہیں لا سکے تھے لیکن ان ممبران قومی اسمبلی اور سینٹرز کی موجودگی میں ہم نے ایک جرگہ بنایا جو مرکز سے ڈیل کرلے گا، مرکز سے معاملات اٹھائے گا۔ اس جرگے میں پروفیسر خورشید احمد صاحب، جناب الیاس بلور صاحب، جناب سردار مہتاب احمد خان صاحب، فرحت اللہ بابر صاحب، بیگم فرخ الزمان صاحبہ اور مرید کاظم صاحب اور اس کے بعد اسمیں عبدالاکبر خان صاحب بھی شامل کئے گئے۔ اس کے علاوہ مولانا نصیب شاہ صاحب بھی تھے اور ڈاکٹر عطاالرحمان صاحب بھی تھے۔ جناب سپیکر صاحب اس جرگے کے اسلام آباد میں تین اجلاس ہوئے تھے۔ دو اجلاس انفرادی طور پر، ایک میں وزیراعلے صاحب شریک ہوئے۔ ایک انہوں نے خود پارلیمنٹ کے اندر کیا تھا اور ایک اجلاس میں پھر شوکت عزیز صاحب کے ساتھ انہوں نے میٹنگ کی، میں بھی اسمیں شریک تھا۔ اور شوکت عزیز سے صوبہ سرحد کے حوالے سے جو ہمارے حقوق تھے یا بجلی کے خالص منافع کے حوالے سے جو ہمارا ایشو تھا اور پھر بطور خاص این۔ ایف۔ سی ایوارڈ کا اجلاس منعقد کرنے کا مطالبہ کیا گیا، میں سمجھتا ہوں کہ این۔ ایف۔ سی کے اجلاس کا انعقاد ہوتا ہے۔ یہ بھی جناب سپیکر صاحب! بار بار کے مطالبے اور اس جرگے کے پریشیر کی وجہ سے مرکز نے بالاخر Anounce کیا لیکن جب سے Anounce کیا گیا ہے، پھر میں نے تمام سابق وزرائے خزانہ کو اسلام آباد میں بلایا اور میری دعوت پر وہ تشریف لائے۔ بلکہ ایک کو میں

نے اپنے گاڑی میں یہاں سے بیٹھا کر (حاجی عدیل صاحب) کو ساتھ لے گیا اور میں نے کہا کہ یہ پارٹی کا مسئلہ نہیں ہے، یہ ایم ایم اے کا مسئلہ نہیں ہے، یہ اپوزیشن کا مسئلہ نہیں ہے، یہ صوبہ سرحد کے دو کروڑ عوام کا مسئلہ ہے اور پورے تین گھنٹے ہم نے اجلاس کیا اور اسمیں ہم نے ایک لائحہ عمل تیار کیا۔ کل میرے ایک بھائی نے اس طرح بات کی کہ شاید ہمیں اعتماد میں نہیں لیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دو بار ہم نے ان تین جرگوں کا اجلاس بلایا وزرائے کمیٹی کا، اور جب این۔ایف۔سی کا اجلاس شروع ہوا تو اس اجلاس کے دوران بھی، آج شہزادہ گستاسپ صاحب نہیں ہیں، ظاہر ہے تمام لوگوں سے رابطہ رکھنا مشکل ہوتا ہے لیکن اجلاس کے دوران وقفے میں میں نے ان کو فون کیا اور میں نے کہا کہ اپوزیشن نے اگر آپ کو لیڈر بنایا ہے تو میرا فرض بنتا ہے کہ میں ہر ہر مرحلے میں این۔ایف۔سی کے حوالے سے آپ سے مشورہ کروں۔ وہ اس دن ایبٹ آباد میں تھے، میں نے وہاں ان کو پالیا اور ان کے سامنے ساری بات رکھی۔ وزیر اعلیٰ صاحب سے، گورنر صاحب سے، ہر ہر مرحلے پر میں نے مشورے کرنے کی کوشش کی۔ یہ سب اس لئے کرتا رہا کہ یہ مسئلہ میں سمجھتا وہوں، جس طرح اراکین نے کل بات کی، انتہائی اہم ہے۔ ہمارے بچوں کا مسئلہ ہے، ہمارے ملک کے ترقی اور صوبہ سرحد کے مستقبل کا سوال ہے۔ اس بنیاد پر میں نے کوشش کی ہے، اس اسمبلی میں یوں قرارداد پاس ہوئی تھی کہ مرکز کو چاہئے کہ وہ 60 فیصد صوبوں کو دے دے اور 37 یا 40 فیصد خود لے لے۔ ان کی نمائندگی کی بنیاد پر میں نے اسلام آباد کے اجلاس میں بھی، میں نے لاہور کے اجلاس میں بھی اور میں نے کراچی کے اجلاس میں بھی بات کی اور میں نے لفظاً لفظاً آپ کے مؤقف کو بیان کیا ہے کہ میرے صوبے (تالیاں) اور اسمبلی کا مؤقف یہ ہے لیکن جناب سپیکر، آپ جانتے ہیں کہ جب چاروں بھائی مل جاتے ہیں تو بات وہی ہوتی ہے جس پر چاروں متفق ہو جائیں۔ میں نے 60 کا مطالبہ کیا لیکن سندھ کا، پنجاب کا مطالبہ یہ تھا کہ ہمیں اس طرح کی Figure دینی چاہیے کہ ہم مرکز کو اس پہ راضی کر سکیں۔ میں جب بھی اجلاس میں جاتا ہوں، میں وہی مؤقف دہراتا ہوں جو آپ لوگوں نے مجھے دیا ہے لیکن بالآخر تینوں اسمبلیوں نے اور اسمبلیوں کے نمائندوں نے اور ان کی حکومتوں نے اس پر اتفاق کیا کہ ہم پچاس پچاس پر بات کریں گے اور اگر پچاس پر ہم مرکز کو راضی کر لیں تو یہ بھی اس لحاظ سے ہماری ایک کامیابی ہے لیکن ہم نے صرف پچاس پر اکتفا نہیں کیا، اسمیں ہم نے پٹرول کی مصنوعات پر جو آمدن ہے، اس کا ہم نے مطالبہ کیا کہ اس کو بھی

Divisible pool میں شامل کیا جائے اور اس طرح پچاس اور پلس جب یہ ہو جاتا ہے تو یہ تقریباً 54 اور 55 فیصد تک ہمارا موٴقف پہنچ جاتا ہے۔ جناب سپیکر صاحب! پیٹرولیم کی جو آمدنی ہے، وہ انتہائی زیادہ ہے ، وہ تقریباً 50 ارب تک پہنچ جاتی ہے اور اگر اس کو شامل کیا جائے تو 50 جمع 5 اسمیں ہمارا موٴقف جو ہے ، 55 فیصد تک آجاتا ہے۔ میں اس سے اتفاق رکھتا ہوں کہ بہر حال کبھی کبھار مطالبہ کیا جاتا ہے اور ایک Ambitious target رکھا جاتا ہے لیکن ساٹھ کا ٹارگٹ Ambitious نہیں ہے۔ ہم نے مرکزی وزیر خزانہ کے ساتھ بات کی ہے کہ جناب، جب امن و آمان کا مسئلہ صوبائی حکومتوں کے ذمے ہے، تعلیم کا مسئلہ ، صحت کا مسئلہ، سڑکوں کا مسئلہ اور اس طرح تمام مسائل یہ آپ نے صوبوں کے حوالے کیئے ہیں تو وہ پیسہ بھی جو ان محکموں کے حوالے سے مرکز کے پاس ہے، وہ بھی بجٹ کے ساتھ یہ آپ صوبوں کے حوالے کر دیں، اس لئے کہ ہم ہی عوام کے سامنے جوابدہ ہیں، ہمیں ہی اسمبلی میں جواب دینا ہوتا ہے تو آپ نے ایگریکلچر کچھ تو ہمارے حوالے کیا، کچھ اپنے پاس رکھا ہے۔ ایریگیشن کچھ ہمارے پاس ہے، کچھ اپنے پاس رکھا ہے۔ صحت کچھ ہمارے پاس ہے، کچھ اپنے پاس رکھا ہے۔ اس طرح اس نظام میں ڈبلنگ ہے اور ڈبلنگ جب ہو جاتا ہے تو دو ڈائریکٹرز رکھنا پڑتے ہیں، کئی کئی وزرار کھنے پڑتے ہیں۔ ہم نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ یہ تمام محکمے بجٹ سمیت آپ صوبوں کے حوالے کر دیں (تالیاں) محترم سپیکر صاحب، میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب ہم غربت کی بات کرتے ہیں تو کیوں کرتے ہیں؟ جب ہم نے وہاں بات کی، یہ صحیح بات ہے کہ صوبہ سندھ کے اسمبلی نے قرارداد پاس کی کہ آئندہ این۔ایف۔سی ایوارڈ میں ریونیو کو بنیادی اہمیت دینی چاہیے ، اس طرح پنجاب کی اسمبلی نے قرارداد پاس کی ہے کہ آبادی کو بنیاد بنانا چاہیے، بلوچستان کی اسمبلی نے قرارداد پاس کی کہ رقبے کو بنیاد بنانا چاہیے۔ آپ لوگوں نے کہا ہے کہ غربت کو بنیادی مسئلہ بنانا چاہئے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں، میں نے اس مجلس میں بات کی کہ 1962 تک دار الخلافہ اسلام آباد کی بجائے کراچی تھا اور ملک کے سارے وسائل اس وقت تک کراچی میں تھے۔ دار الخلافہ ہونے کے ناطے تمام کارخانے یہاں لگے ہیں، تمام مراکز آج بھی اگر، پی سی کا ہوٹل یہاں ہے لیکن اس کا مرکزی دفتر تو کراچی میں ہے اور پھر ہم نے جب ان سے پوچھا کہ جناب عالی! کیا یہ ممکن ہے کہ ریونیو کی بنیاد پر اگر آپ وسائل کو تقسیم کرتے ہیں تو آپ صوبے کے اندر ریونیو کی بنیاد پر ان وسائل کو تقسیم کر سکتے ہیں؟ پھر تو سارا پیسہ کراچی کو ملے گا، پھر اندرون

سندھ شکار پور، لاڑکانہ کو اور اس طرح حیدر آباد کو کچھ نہیں ملے گا۔ اس لئے ہم نے کہ یہ کسی طریقے سے بھی وسائل کی تقسیم کا فارمولا نہیں ہو سکتا ہے۔ غربت بلوچستان کے اندر بھی ہے، غربت سندھ کے اندر بھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ غربت پنجاب کے اندر بھی ہے لیکن سب سے زیادہ غربت صوبہ سرحد میں ہے اور ہم نے یہ مطالبہ کیا ہے۔ اگر ہم کو آپ ساتھ چلانا چاہتے ہیں تو ہمیں اٹھانا پڑے گا، ساتھ چلانا پڑے گا، غربت کا خاتمہ کرنا پڑے گا اور میں نے کہا کہ یہاں جتنے بھی مشن باہر سے آئے ہیں، میں نے ان سے کہا ہے جناب سپیکر، کہ اگر آپ اس خطے میں امن قائم کرنا چاہتے ہیں اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس خطے میں خوشحالی ہو تو ہماری غربت اور یہاں کی جو پسماندگی ہے اس کا علاج آپکو کرنا پڑے گا (تالیاں) میرے دوستوں! جناب سپیکر! میں عرض کرنا چاہتا ہوں، میں آپ کے سامنے حقائق رکھنا چاہتا ہوں کہ اس وقت جو غربت کی شرح ہے، وہ پنجاب میں 32.4 ہے، سندھ میں 29.2 فیصد ہے لیکن صوبہ سرحد ایک بدقسمت زمین ہے، یہاں غربت کی شرح 44.3 فیصد ہے جبکہ بلوچستان میں بھی 24.6 فیصد ہے۔ محترم سپیکر صاحب، میں ماہانہ آمدنی کی بات بھی کرنا چاہونگا کہ پنجاب میں ماہانہ آمدنی اور یہ بھی 1998 کی بات کرتا ہوں، فی کس ماہانہ آمدنی 1047 روپے ہے، سندھ میں 1071 ہے لیکن بدقسمت صوبہ سرحد ہے کہ یہاں فی کس آمدنی 890 روپے ہے جبکہ بلوچستان میں ماہانہ آمدنی جناب، 1010 روپے ہے۔ اگر میں اوسطاً کی بات کروں تو پنجاب اور سندھ میں فی کس روزانہ آمدنی شہری علاقوں میں جناب سپیکر، 46 روپے ہے اور یہاں ہماری صوبہ سرحد میں شہری علاقوں میں 26 روپے ہے۔ اس طرح پنجاب اور سندھ میں دیہاتی علاقوں میں فی کس آمدنی روزانہ اوسطاً 27 روپے ہے لیکن یہاں صوبہ سرحد میں صرف اور صرف 17 فی کس روزانہ آمدنی ہے، آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسلام آباد کے اندر ایک بچہ دن کو جو چاکلیٹ کھاتا ہے، اس چاکلیٹ کی سطح تک بھی ہمارے صوبے کے ایک عام آدمی کی آمدن نہیں ہے۔ میں عرض کرنا چاہتا تھا کہ غربت ایک لعنت ہے، غربت ایک بیماری ہے، غربت ایک مرض ہے۔ غربت کی وجہ سے ہمارے لاکھوں بچے تعلیم سے محروم ہیں، غربت کی وجہ سے ہمارے لاکھوں لوگ علاج سے محروم ہیں، غربت کی ہی وجہ سے میرے کرک میں، میرے لکی مروت میں اور اس طرح ڈی آئی خان اور ہزارہ میں آج بھی ایسے مناظر ہیں اور آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ پانچ پانچ اور چھ چھ کلومیٹر ہماری مائیں اور بہنیں جا کر اپنے سروں پر

گڑھے رکھ کر پانی لاتی ہیں۔ میرے دوستوں اور جناب سپیکر! میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ آج ہمارے صوبے میں ایسے علاقے ہیں جو بالکل پتھر کے زمانے کی تصویر پیش کرتے ہیں۔ آج بھی لوگ کوہستان میں پلاسٹک کی بوٹ استعمال کرتے ہیں، آج بھی آپ رات کو جا کر وہاں دیکھیں، سپین جماعت کی قریب اور شیر پاؤ ہسپتال کے قریب سینکڑوں نہیں، ہزاروں لوگ سڑکوں پر رات گزارنے پہ مجبور ہیں۔ جناب سپیکر! یہاں یہ بات آئی ہے۔ گزشتہ سال کی بات ہے کہ کس طرح ایل۔ آر۔ ایچ میں ایک آدمی نے اپنے گردے کو فروخت کیا، کس طرح راتوں کو لوگ اٹھ کر اپنے بچوں کو ایدھی سنٹر میں چھوڑتے ہیں؟ کیا وجہ ہے؟ غربت ہی کی وجہ سے، ورنہ کون اپنے بچے سے محبت نہیں کرتا ہے، کون اپنے بچے کو پڑھانا نہیں چاہتا ہے۔ میں نے درد دل کے ساتھ یہ باتیں ہمیشہ وہاں رکھی ہیں اور میں نے کہا ہے کہ ٹھیک ہے، شوکت عزیز صاحب نے ایک مجلس میں ہماری تعریف کی ہے کہ آپ کی فنانشل منیجمنٹ بہت بہتر ہے اور آپ دوسرے صوبوں کی بہ نسبت جو کام کرتے ہیں، وہ اچھا ہے۔ میں نے کہا شوکت صاحب! گزشتہ رات میں نے بھوکی گزاری ہے، گزشتہ رات میں نے تکلیف میں گزاری ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں آئندہ رات بھی بھوکا سونے کو تیار ہوں، مجھے وہ حق دے دیں جو آپ خود لیتے ہیں، (تالیاں) دوسرں کو دیتے ہیں۔ محترم سپیکر صاحب! آج تک پانچ اجلاس منعقد ہوئے ہیں اور ان پانچ اجلاس میں مسلسل یہ مسئلہ رہا کہ اگر مرکز سے ہم اپنا حق لے لیں، پچاس فیصد لے لیں، ساٹھ فیصد لے لیں اور پچپن فیصد لے لیں، پھر آپس میں اس کی تقسیم کا ہم کیا کریں گے؟ اس لئے کہ ہر ایک وزیر خزانہ پر اپنی اپنی اسمبلی کا ایک پریشر ہے اور ہر وزیر خزانہ کہتا ہے کہ میں نے واپس جا کر اپنی اسمبلی کو جواب دینا ہے۔ محترم سپیکر صاحب، میں یہ عرض کرنا چاہونگا اور شاد محمد خان سے معافی چاہتا ہوں "چه ستنه په ستنه سوره شوه او سترګے سرے شوے"۔ بہر حال میں کچھ ٹائم مزید لینا چاہونگا، اس پر ہم نے آپس میں، سندھ بلوچستان اور صوبہ سرحد نے آپس میں مشورہ کیا کہ اگر آبادی کی بنیاد پر بات کرتے ہیں تو پنجاب کی بات چلتی ہے، اگر ریونیو کی بنیاد پر بات کرتے ہیں تو سندھ کی بات چلتی ہے اور اگر رقبے کی بنیاد پر بات کرتے ہیں تو پھر ہم نے آپس میں ایک مشورہ کیا کہ ان تینوں صوبوں کو ملا کر ہم اس کا فنڈ یا اس کا جو حصہ ہے، اسمیں ایک اضافہ کرتے ہیں اور یہ نہیں ہونا چاہیے جب ہم مرکز کے ساتھ بیٹھتے ہیں تو پہلا یہی سوال کرتے ہیں کہ شوکت صاحب! آپ آپس میں کیا

تقسیم کریں گے، کیسے تقسیم کریں گے؟ ہم کہتے ہیں کہ نہیں جناب، آپ ہمیں 60 فیصد دے دیں 55 فیصد دے دیں، وہ کہتے ہیں کہ پہلے آپ فارمولا دے دیں کہ آپ کیسے تقسیم کریں گے؟ اس مرحلے پر جب ہم اپنی اپنی بات کرتے ہیں تو ایک لحاظ سے اس طرح اختیارات پھر مرکز کو مل جاتے ہیں اور جب مرکز کو اختیار ملے گا تو اسکا مطلب یہ ہے کہ ایک خاص علاقے کو فائدہ ہوگا، اس لئے ہم تینوں صوبوں نے مل کر ایک Consensus پیدا کیا کہ ہم اس حصے میں اتنا اتنا اضافہ کرنا چاہتے ہیں اور اسمیں ہر آدمی کو موقع ملے گا کہ واپس جا کر اپنے عوام کو اور اپنی اسمبلی کو یہ بات بتا سکے کہ میں نے اتنا اضافہ کرالیا ہے۔ آخری اجلاس جو یہاں پشاور میں ہوا تو ہم اس میں کامیاب ہوگئے کہ ہم تینوں نے مل کر ایک مؤقف اختیار کیا جبکہ پنجاب کا مؤقف جناب سپیکر! اب بھی آبادی کی بنیاد پر ہے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ میرا ایمان ہے، میرا یقین ہے انشاءاللہ کہ ہمارے مؤقف کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ جناب سپیکر صاحب! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بجلی کے خالص منافع کا جو سوال ہے وہ بھی ہم نے اس کی ساتھ ایڈ کیا ہے اور پہلے اجلاس میں بسم اللہ کے بعد جب تلاوت ہوگئی، میں نے بات رکھی کہ اب بجلی کی بات چلے اور جب تک صوبہ سرحد کو بجلی کے حوالے سے مطمئن نہ کیا جائے کسی این۔ ایف۔ سی ایوارڈ پر دستخط نہیں ہوگا (تالیاں) اس لئے کہ ہمارا حق ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں، میں جذباتی آدمی نہیں ہوں، ہماری پشت پر آئین پاکستان کا آرٹیکل (2)161 موجود ہے۔ محترم سپیکر! 1986 میں اے۔ جی۔ این قاضی کا فارمولا اور آپ کے علم میں ہوگا کہ اے۔ جی۔ این قاضی صاحب صوبہ سرحد سے تعلق نہیں رکھتے تھے، وہ اس صوبے کے باشندے نہیں تھے، اس کے باوجود بھی انہوں نے عدل اور انصاف کے ساتھ ایک فیصلہ کیا ہے اور اس فیصلے کو مشترکہ مفادات کی کونسل نے تسلیم کیا ہے، اس فیصلے کے بارے میں سابق صدر پاکستان کا ایک حکم موجود ہے، اس فیصلے کی روشنی میں جو مرکزی حکومت کا ہے، وہ Guarantor ہے لیکن میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے، واپڈا یا ہماری مرکزی حکومت کا بجلی کے حوالے سے اختلاف کیا ہے؟ اختلاف یہ ہے کہ اگر میں سادہ الفاظ میں بیان کروں تو کہتے ہیں کہ منافع پیداوار پر ہوگا یا قیمت فروخت پہ تو وہ کہتے ہیں کہ نہیں پیداوار پر ہوگا، ہم کہتے ہیں کہ نہیں یہ قیمت فروخت پر ہوگا۔ اگر ایک کلو چیز ہے، وہ ایک کلو کی قیمت نہیں ہے، یہی بات ہے کہ آپ فروخت کتنے پر کرتے ہیں۔ اس طرح ایک دوسرا ایشو ہے کہ سرچارج اور اضافی سرچارج بھی منافع میں شامل کیا

جائے یا نہیں ؟ ہمارا مؤقف یہ ہے کہ بجلی کے حوالے سے جو بھی چیز آپکو ملتی ہے، وہ چارج ہو یا سر چارج، اضافی سر چارج ہو، وہ آپ نے صوبہ سرحد کو دینی ہے، یہ ہمارا حصہ ہے۔ محترم سپیکر صاحب، سپریم کورٹ کا ایک انتہائی اہم فیصلہ اس سلسلے ہمارے پاس موجود ہے اور اے۔جی۔این قاضی فارمولے کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس نے مستقبل کے حوالے سے نہ صرف فیصلہ نہیں کیا بلکہ اس نے ماضی کے حوالے سے بھی فیصلہ کیا ہے لیکن یہ الگ بات ہے کہ اس فیصلے پر ابھی تک عمل نہیں ہوا اور 1996 سے لیکر آج تک چھ ارب انہوں نے Cap کیا ہوا ہے جبکہ چھ ارب کی قیمت اب تین ارب بھی نہیں رہی ہے۔1996 میں، جی، جی، ہاں اس دور اور آج کے دور میں کرنسی کی قیمت میں بہت بڑا فرق آیا ہے اس لئے میں آج ایوان کے سامنے یہ بات رکھنا چاہتا ہوں کہ ہم نے جس ثالثی کی بات کی ہے، وہ اے۔جی۔این قاضی فارمولے کے بارے میں زیادہ نظرثانی کے بارے میں نہیں ہے، ہم صرف حساب کتاب کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا مؤقف یہ ہے کہ 345 بلین روپے بنتے ہیں، انکا مؤقف یہ ہے کہ ہر سال سترہ بلین روپے ہمارے بنتے ہیں۔ اسی بنیاد پر یہ جو نئے واپڈا چیف آئے ہیں، ان سے ہم نے ملاقات کی، یہ ایک تاجر آدمی ہے اور جس طرح سوچتے ہیں تو اس سے ایک عملی آدمی لگتے ہیں، انہوں نے یہی ہمارے ساتھ یہ تسلیم کیا کہ حساب کتاب کریں گے۔ مجھے شوکت عزیز نے مجلس میں بتایا کہ سراج صاحب، حساب کتاب نہ کریں اسمیں آپ کو تاوان ہوگا اور یہ چھ ارب آپکو جو ملتے ہیں ان پر آپ اکتفا کرلیں، صبر کرلیں یہ بھی زیادہ ہیں اور حساب کتاب میں نقصان پہنچے گا۔ میں نے تو آپ کی اجازت سے بات کی ہے، میں نے کہا ہے کہ "حساب کتاب به اوکړو که تاوان هم پکښې اوشي نو خير دے" لیکن روز روز تو مطالبے نہیں کریں گے اور راستہ تلاش کریں گے، ہم پاکستان کا حصہ ہیں، اگر بجلی میں ہمارا حصہ نہیں ملتا ہے تو اور ذرائع میں تو ہمارا حصہ بنتا ہے۔ میں بھی چاروں بھائیوں میں سے ایک بھائی ہوں، اس لئے میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ ثالثی کیلئے ہم نے تجویز پیش کی ہے کہ ایک فریق آپ ہوں ایک ہم ہونگے اور دونوں ملکر ایک صدر بنائیں گے، ایک چیئرمین بنائیں گے اور آپ بھی اپنا مؤقف پیش کریں گے اور ہم بھی اپنا مؤقف پیش کریں گے اور پھر اس پر کاسٹنگ، چار کا ووٹ ہم نے رکھا ہے لیکن کل نہیں پرسوں مرکز کی طرف سے مجھے ایک فیکس ملا ہے کہ تین ثالث واپڈا کے ہونگے، تین ثالث مرکزی حکومت کے ہونگے اور تین ثالث صوبہ سرحد کے ہونگے اور یہ سب مل کر پھر ایک چیف بنائیں

گے۔ ہمارا اس سے اتفاق نہیں ہے، ہم جرگے بھی کرتے ہیں، ہم ثالثی بھی کرتے ہیں اور ہم نے ان سے کہا ہے کہ اگر مسئلہ حل کرنا ہے تو حل کرنے کے راستے موجود ہیں۔ اگر نہیں کرنا ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ آپ ہمیں دیوار سے لگانا چاہتے ہیں۔ میں اسمبلی کی علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ جب مرکزی حکومت نے گزشتہ سال کی اپنی رپورٹ پیش کی جناب سپیکر صاحب! سندھ کو بجلی کی Losses اور نقصانات آدا کرنے کے لئے بارہ ارب روپے دیئے ہیں یعنی ہمیں چھ بلین نہیں دیتے اور جب دیتے ہیں تو احسان جتاتے ہیں لیکن آپ کو حیرانی ہوگی کہ بارہ بلین روپے انہوں خیرات کے طور پر بجلی Losses مکمل کرنے کیلئے حکومت سندھ کو دیئے ہیں۔ جب یہ نقشہ پیش ہوا تو میں نے شوکت عزیز صاحب سے پوچھا کہ اگر عوام کو پتہ لگے ،میری قوم کو پتہ لگے تو آپ کس طرح سامنا کریں گے؟ یہ ظلم آپ نے کیا ہے، ہمارا استحصال کیا ہے، ہم نہ شرماتے ہیں، نہ کسی کے آگے جھکتے ہیں، نہ دبتے ہیں، نہ کسی کا خوف محسوس کرتے ہیں۔ ہم صاف ستھرے لوگ ہیں اور اگر آج وہاں، خدا کی قسم میری آواز میں اگر کوئی قوت ہے تو وہ اس لئے نہیں ہے کہ میرا نام سراج الحق ہے، اس لئے نہیں کہ میں ایم ایم اے کا ممبر ہوں، اس لئے ہے کہ پوری اسمبلی میری پشت پر ہے اور یہاں کے لوگوں نے مجھے ایک اعتماد دیا ہے (تالیاں) یہاں کے لوگوں نے مجھے ایک قوت دی ہے۔ میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری بہت زیادہ تسلی ہے کہ وہاں پر واپڈا کے جو اس وقت وزیر ہیں، وہ آفتاب خان شیر پاؤ صاحب ہیں، ان پر میں الزام نہیں لگاتا اس لئے کہ ابھی میری ان سے توقعات ہیں لیکن میں نہیں سمجھتا کہ اب تک وہ یہی بات کہتے ہیں کہ جناب، آپ کیس ٹھیک طریقے سے پیش کریں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ آپ بتائیں کہ کس طرح میں ٹھیک طریقے سے کیس پیش کروں؟ (تالیاں) آپ بتائیں میں اردو میں، انگریزی میں، پشتو میں، کونسی زبان میں مرکز کو اپنی بات پہنچادوں؟ کہتے ہیں کہ جناب، نہیں آپ نے ٹھیک طریقے سے پیش نہیں کیا۔ میں نے تو ٹھیک طریقے سے پیش نہیں کیا لیکن یہ جو پچیس سال گزر گئے ہیں، 1973 سے لیکر 2004 تک ان تمام سالوں میں کسی نے بھی اپنا کیس ٹھیک طریقے سے پیش نہیں کیا ہے؟ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ عدل نہیں ہو رہا ہے، انصاف نہیں ہو رہا ہے اور جب عدل اور انصاف کی بات ہوگی تو انشاءاللہ جب ہم اشاروں میں بھی بات کریں گے تو مرکز والے سمجھ جائیں گے۔ میں یہاں ان لوگوں کو سلام پیش کرتا ہوں جن کا تعلق مسلم لیگ (ق) کے ساتھ ہے لیکن کس دلیری کے ساتھ

انہوں نی یہ بات کی کہ پارٹی اپنی جگہ پر لیکن صوبے کے مفادات اپنی جگہ پر، میں یہ عرض کرنا چاہونگا اور میں آفتاب صاحب سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ تماشائی نہیں بن بیٹھیں گے۔ وہ اس صوبے کے سپوت ہیں، اس صوبے کے عوام نے ان کو ووٹ دیئے ہیں، ان ووٹوں کے نتیجے میں وہ وزیر بنے ہیں۔ انہوں نے نہ ثالث بننا ہے اور نہ تماشائی بننا ہے بلکہ اس صوبے کے سپوت کی حیثیت سے ہمارے ساتھ فریق بننا ہے۔ میں یہ بات غلط کرتا ہوں یا ٹھیک کرتا ہوں؟ (تالیاں) اسی امید کے ساتھ میں ان سے رابطہ کرتا ہوں، ہمیشہ اجلاس میں بلاتا ہوں اور آخری بات جناب سپیکر صاحب، میں آپ کے علم میں رکھنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم نے بجلی منافع کے بارے میں کوئی بھی فیصلہ کیا تو ہم نے اس میں یہ شرط رکھی ہے کہ وہ فیصلہ ہم اپنی اسمبلی میں لائیں گے، جب آپ اس کی تصدیق کرینگے، جب آپ ساتھ دینگے، جب آپ اس پر مہر لگائیں گے تب وہ صدر پاکستان کو جائے گا، تب وہ صوبہ سرحد کا فیصلہ ہوگا۔ بالاخر پہلے بھی آپ کی بات چلے گی اور بعد میں بھی آپ کی بات چلے گی۔ میں ایک بار پھر آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جناب سپیکر صاحب، کہ اتنے اطمینان کے ساتھ، اتنی سنجیدگی کے ساتھ اس موضوع پر لوگوں نے بات رکھی ہے، میری بات بھی سنی ہے، خصوصا اپنے بھائی جناب۔۔۔۔

جناب سپیکر: ارشد خان۔

سینئیر وزیر (خزانہ): شاد محمد خان کا کہ انہوں نے بھی بہت برداشت کیا۔ السلام علیکم ورحمۃاللہ۔

Mr. Speaker: The House is adjourned for tea break.

(اس مرحلے پر ایوان کی کارروائی چائے کے لئے ملتوی ہوگئی)

(وقفہ کے بعد جناب سپیکر مسند صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب عبدالاکبر خان: جناب سپیکر صاحب،

جناب سپیکر: جناب عبدالاکبر خان صاحب۔

جناب عبدالاکبر خان: جی اوس تقریباً د پونے ایک بجے نه وخت اوړیدلے دے۔ ډیر Important موضوع دے او بلکه مونږه ته خو دا وئیلے شوی وو چه سبا به مونږ په اے ډی پی باندے بحث کوؤ۔ منسټر صاحب خو Wind up speech او کړو، ډیر

بنه Speechاوشو جی، خو زما به دا Requestوی چه د مونځ ټائم هم دے او بل دا مونږه تیار هم ورته نه یو، که سبا تاسو، څنګه چه د ایجنډے مطابق په اے ډی پی باندے Speech دے۔

جناب سپیکر: جی۔

جناب عبدالاکبرخان: او په ایجنډا کښې راغلے دے نو مونږه خو سبا د پاره هغے له تیار وو نو تاسو ته Request کوؤ که دا Adjournmentمو اوکړو سبا پورے، سبا به مونږه په دے باندے تقریرونه شروع کړو۔

جناب سپیکر: تجویز خو د معقول دے۔اوس په مشکله په شل پنځویش منټه کښې یو تقریر هم پکښې نه شی کیدے نو دا رائے ده چه اجلاس سبا پورے ملتوی کړو، بنه جی۔The sitting is adjourned till 10:00 AM of tomorrow morning

---

(اسمبلی کا اجلاس بروز جمعرات مورخہ 11 مارچ 2004 صبح دس بجے تک کیلئے ملتوی ہو گیا)